November 2004

اداریہ — عید کی خوشیاں اور ان کو باقی رکھنے کا نسخہ — از مدیر

غریبوں کو خوشی کیجئے ——— عید ملن معانقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

(۱) ماہ رمضان المبارک میں فرائض واجبات اور سنن مؤکدہ وغیرہ کی پابندی کے ساتھ گناہوں سے بچ کر جس نے روزے رکھے اس کو صحیح معنی میں عید کی خوشی ہوتی ہے کیونکہ جس نے روزے نہ رکھے اس کو عید کے دن کھانے پینے کا کیا لطف آئیگا۔ (۲) رزق حلال کھایئے اور گھر میں کھلایئے حرام رزق سے بارونق اور صحیح خوشی نصیب نہیں ہوتی (۳) اپنی حیثیت کے مطابق ہی خرچ کرنا چاہئے کیونکہ فکر مند کو عید کا مزہ کیا آئے گا؟ (۴) غریبوں کو خوشیوں میں شریک کرنا نہ بھولیئے جسکی ایک بڑی صورت یہ ہوتی ہے کہ رمضان میں ہی فطرانہ ادا کر دینا چاہئے اس لئے بہتر یہی ہے کہ شروع رمضان میں ہی فطرانہ ادا کر دیا جائے گندم یا آٹا پونے دو کلو کے حساب سے یا اس کے برابر مالیت ادا کریں۔ (۵) عید کے روز نہا کر نئے کپڑے پہننا خوشبو وغیرہ لگانا سنت ہے یہ کام سب لوگ کر لیتے ہیں۔ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔ جو چاند رات کو نائی کی نذر ہو جاتی ہے یہ کیسی نامناسب بات ہے جس ذات نے عید کی خوشیوں کیلئے نئے کپڑے خوشبو وغیرہ کا کہا اسی ذات نے روح کے کپڑے (بدن) پر سے ڈاڑھی کاٹنے سے منع کیا ہے، شلوار ٹخنوں سے نیچے کرنے کو منع کیا ہے، مردوں عورتوں کو ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا ہے۔ سارا سال نماز پڑھنے کو کہا ہے لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم صرف جمعہ اور عید کی نماز پڑھتے ہیں یہ کتنی بُری بات ہے ہم ایک ہی ذات کی ایک طرح کی (دنیا میں خوش کرنے والی) باتیں مانیں یعنی عید کی تیاری تو کر لیں اور دوسری طرح کی (دنیا و آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ خوش کرنے والی) باتیں نہ مانیں تو اس کو کوئی بھی سمجھدار اچھا نہیں سمجھ سکتا۔ معلوم ہوا کہ ہم صرف عید کے دن (یکم شوال کو) ہی خوش ہونا چاہتے ہیں یا تو دوسروں کو جبکہ ہمارا رب ہمیں ہمیشہ ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتے ہیں (۶) عید کے دن نماز کے فوراً بعد عید ملن معانقہ کیا جاتا ہے یہ بھی رسم ہے اس سے بچنا چاہئے سوچیں دو شخص اکٹھے عید پڑھنے آئے نماز کے بعد معانقہ کرنے لگ گئے کیا نماز سے پہلے کوئی اور دن ہوتا؟ پھر بعد از نماز عید ملنا رسم ہے جسکی کوئی اصل نہیں۔ البتہ جو دور سے آئیں ان کو رسم سمجھ کر نہ ملیں تو گنجائش ہے۔ بہر حال عید کی خوشیاں دنیا میں تو عارضی ہیں ان خوشیوں کو دائمی اور مستقل (دنیا و آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے) کیجئے اس کا طریقہ یہی ہے کہ جس ذات نے ہمیں پیدا کیا ہے اس کا کہنا مانیں سارا سال اپنے آپ کو گناہوں کے سمندر اور شیطان کے حملوں سے ہوشیار رکھ کر فرائض واجبات سنن مؤکدہ کی پابندی کرتے ہوئے گزاریں پھر دیکھیں ہمیشہ کی خوشیاں ملتی ہیں یا نہیں بلکہ عید سے کئی گنا زیادہ خوشیاں نصیب ہوں گی (ان شاء اللہ) اور ہمیشہ عید ہی عید رہا کرے گی۔ وعید اور عذاب نہیں بنے گی اللہ تعالیٰ ہمارے نصیبوں میں کر دیں۔ آمین ثم آمین

منافقین کی مثال

فیضانِ قرآن

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب کا مستقل کالم

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ أَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ○ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ○ (البقرہ:۱۷،۱۸)

ترجمہ (مَثَلُهُمْ) مثال ان کی (كَمَثَلِ الَّذِي) جیسے مثال ہے اس شخص کی (اسْتَوْقَدَ نَارًا) جس نے آگ جلائی ہو (فَلَمَّآ أَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ) جب روشن کردیا آگ نے اس جلانے والے کے ماحول کو (ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ) لے گیا اللہ ان کی روشنی کو (وَتَرَكَهُمْ) اوران کو چھوڑ دیا (فِيْ ظُلُمٰتٍ) اندھیروں میں (لَّا يُبْصِرُوْنَ) وہ نہیں دیکھ سکتے (صُمٌّ) وہ کانوں سے بہرے ہیں (بُكْمٌ) زبان سے گونگے ہیں (عُمْيٌ) آنکھوں سے اندھے ہیں (فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ) پس وہ نہیں لوٹتے۔

تشریح و تفسیر: اللہ تعالیٰ اُن (منافقین) کی مثال دیتے ہیں مثلاً ایک شخص اندھیرے اور تاریکی میں آگ جلاتا ہے تا کہ اس کی روشنی سے اس کو فائدہ ہو۔ جس وقت اُس نے آگ جلائی اُس کے اردگرد روشنی ہو گئی تو وہ خوش ہوا کہ روشنی ہو گئی، اچانک آندھی آئی، طوفان آیا اور اس نے آگ بجھادی وہ شخص نہ آگے کا رہا نہ پیچھے کا کوئی چیز اس کو نظر نہ آئی۔ اور یہ مثال ان پر اس طرح فٹ آتی ہے کہ اِن لوگوں نے کلمہ پڑھا جیسے اندھیرے میں کوئی شخص آگ جلاتا ہے روشنی حاصل کرنے کے لئے یہ منافق کفر اور شرک کے اندھیروں میں پھنسے ہوئے تھے۔ زبانی کلمہ پڑھا آگ جلائی تا کہ آگ کی روشنی سے فائدہ اٹھا سکیں لیکن کتنی دیر زندگی رہے گی جس وقت موت آئی دیا بجھ گیا۔ اندھیرے میں رہ گئے جو انہوں نے کلمہ پڑھا تھا روشنی حاصل کرنے کیلئے آخر تک تو ساتھ نہیں رہا سانس نکلنے کے وقت تک اس کا ساتھ دیا اس کے بعد نہ قبر میں اس کا ساتھ دیا اور نہ آخرت میں۔ اصل میں کلمہ تو وہ ہے جو انسان کا ساتھ زندگی میں بھی دے اور قبر میں بھی ساتھ دے اور آخرت میں بھی ساتھ دے اور وہ کلمہ تو وہ ہوگا جو اخلاص سے پڑھا جائے گا

وہ کانوں سے بہرے ہیں، زبان سے گونگے ہیں، آنکھوں سے اندھے ہیں۔ اب اس کا مطلب یہ تو نہیں (ہے) کہ جتنے کافر اور منافق اس دنیا میں ہیں (وہ نہ سنتے ہیں) وہ نہ بولتے ہیں، نہ وہ دیکھتے ہیں۔ (بلکہ) مطلب یہ ہے کہ وہ حق کی بات سننے سے بہرے ہیں۔ بعض حکمرانوں کو دیکھ لو سب کچھ سنتے ہیں مگر لوگوں کی سچی فریاد نہیں سنتے۔ ساری باتیں کریں گے۔ تقریریں ایسی کریں گے کہ بندہ کہے گا کوئی ان جیسا مخلص نہیں لیکن حق کی بات زبان سے نہیں نکلے گی۔ ان کو زمین بھی نظر آتی ہے اور آسمان بھی نظر آتا ہے۔ سورج، ستارے، پہاڑ، دریا بھی نظر آتے ہیں لیکن مظلوم عوام کی غربت اور مہنگائی ان کو نظر نہیں آتی۔ آنکھوں سے اندھے ہیں۔ بظاہر کان اچھے بھلے ہیں، آنکھیں اچھی بھلی ہیں۔ زبانیں بڑی بولنے والی ہیں کئی کئی گھنٹے تقریریں کرتے ہیں لیکن حق کی بات نہیں سن سکتے۔ حق کی بات زبان سے نہیں نکالتے اور لوگوں کی تکلیفوں اور پریشانیوں کو نہیں دیکھ سکتے۔

علم حدیث

حدیث بھی قرآن پاک کی طرح وحی الٰہی ہے

حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

وحی کی علماء نے پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

لغت عرب میں وحی کے معنی ہیں هُوَ الْإِعْلَامُ فِي خِفَاءٍ وَسُرْعَةٍ کہ دوسرے کو کوئی بات بتانا خفیہ طریقہ سے اور جلدی سے اور

شریعت میں وحی کے معنی یہ ہیں اِعْلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْبِيَاءَهُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ شَيْئًا بِطَرِيْقٍ خَفِيٍّ بِحَيْثُ اَنَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ بَدَاهَةً وَقَطْعًا اَنَّهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو کوئی بات خفیہ طریقے سے بتلائیں ایسے طریقہ سے کہ وہ انبیاء علیہم السلام بغیر غور و فکر کئے ہوئے فوراً یقینی طور پر سمجھ جائیں کہ یہ بات اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھا رہے ہیں پھر اس بتانے کی پانچ صورتیں پائی جاتی ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ بلا واسطہ نبی سے گفتگو فرماویں جیسے قرآن پاک میں ہے وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (النساء:۱۶۴) کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی (۲) لکھی ہوئی چیز اللہ تعالیٰ کسی نبی کو عطا فرما دیں جیسے تختیوں پر تورات لکھی ہوئی تھی وہ تختیاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر عطا فرمائیں (۳) فرشتہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آئے جیسے حضرت جبریل علیہ السلام سورۃ علق کی شروع کی پانچ آیتیں لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ غار حراء میں تھے (۴) خواب میں اللہ تعالیٰ کسی نبی پر کوئی حکم جاری فرما دیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں بیٹا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے بیدار ہو کر بیٹے سے فرمایا اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ (الصافات:۱۰۲) کہ میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں (۵) اللہ تعالیٰ نبی کے دل میں کوئی بات ڈال دیں جیسے حق تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈالا کہ آپ مدینہ منورہ ہجرت کریں۔ پھر ان پانچ قسم کی باتوں میں سے بعض باتوں کو اللہ تعالیٰ قرآن پاک بنا دیتے ہیں۔ باقی باتیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں وہ سب حدیث ہوتی ہیں پس حدیث بھی وحی الٰہی ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین
وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

محمد سرور عفی عنہ

اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم سے

دعا کرانے کا طریقہ

حدیث میں آپ نے اس شخص کو دعا دی ہے کہ اللہ تعالیٰ تر و تازہ کرے (خوش و خرم رکھے) اس شخص کو جو میری بات (حدیث) یاد کرے محفوظ کرے اور اسے اسی طرح آگے پہنچا دے۔

دل کے متعلق چند مشہور اقوال

مولانا عبدالرحمٰن صاحب
مہتمم
جامعہ عبداللہ بن عمرؓ لاہور

عربی زبان میں دل قلب کو کہتے ہیں اور قلب کا معنٰی ہے اُلٹنا پلٹنا۔ قلب کو قلب اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ اسکی حالت یکساں نہیں رہتی بسا اوقات تو خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ دل یکا یک ہدایت سے گمراہی کی طرف پلٹ جائے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا امت کو سکھائی۔

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ (مسند احمد)

اے دلوں کو پلٹنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا دل کو روشن کرنا ہو تو غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرو۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ کسی کا دل دکھانا ہے خواہ مؤمن کا ہو یا کافر کا۔

اسی لئے **حدیث شریف** میں ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہو جاتا اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ دل ہے (بخاری و مسلم) اور دوسری **حدیث** میں فرمایا کہ دلوں کو اس بناء پر پیدا کیا گیا اس سے یہ محبت کرتے ہیں اور جو ان سے برائی کرے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس پر نصیحت اثر نہ کرے وہ جان لے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔

سکون قلب کیلئے قلب کی اصلاح ضروری ہے اعمال کی درستگی دل کے تابع ہے اور دل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو جائے۔ یہ ہے دل کی صحت۔ اور اس کا راستہ سب سے پہلے علم حاصل کرنا پھر ایسے کاموں سے بچنا جن سے اللہ و رسول ناراض ہوں اور اس کا سب سے آسان حل یہ ہے کہ کسی اللہ والے بزرگ سے تعلق قائم کر لیا جائے۔ اور اس کے مشورے سے زندگی گذاری جائے جیسے ہم اپنے جسمانی مرض کیلئے اچھے طبیب اور ڈاکٹر کی تلاش میں رہتے ہیں اسی طرح ہم کو باطن کے امراض کیلئے طبیب روحانی (اللہ والوں) کی ضرورت ہے۔ آج ہمارا نفس کہتا ہے کہ اللہ والے کہاں ہیں۔ یہ صرف نفس کا دھوکہ ہے۔ بلکہ اللہ والے اس دنیا میں آج بھی ہیں۔ سچے لوگ قیامت تک رہیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور وہ قیامت تک انسانوں کیلئے ہے۔ اور ایک دھوکہ شیطان کا یہ ہے کہ ہم جب کسی رہبر اور شیخ کی تلاش میں نکلتے ہیں تو جو معیار ہمارے ذہن میں ہوتا ہے جنید بغدادی رحمہ اللہ کا اس کے خلاف ہو تو اس کو متقی ہی نہیں سمجھتے۔ ہم یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم خود کہاں پڑے ہیں۔

دل کی اصلاح کا تیر بہدف نسخہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولٰنا اشرف علی صاحب تھانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک تو دین کی کتابیں دیکھنا یا سننا، دوسرا مسائل دریافت کرتے رہنا۔ تیسرا اہل اللہ کے پاس آنا جانا اگر ان کی خدمت میں آمد و رفت نہ ہو سکے تو بجائے ان کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات و ملفوظات ہی کا مطالعہ کرنا یا انہیں سن لیا کرنا۔ ساتھ ہی گر تھوڑی دیر اللہ کا ذکر بھی کر لیا جائے تو یہ اصلاح قلب میں بہت ہی مفید ہے۔ بقیہ صفحہ 14 پر

دل کے ڈاکٹر صوفیاء کرام

مولانا سید عبید اللہ شیرازی صاحب
بھرام

اخلاق کی درستگی اور اس کو اللہ جل جلالہ کے احکام کے مطابق بنانا اتنا ہی ضروری ، اہم اور واجب ہے جتنا کے عبادات کو بجالانا ضروری ہے بلکہ اگر ذرا اور گہرائی سے دیکھا جائے تو یہ نظر آئے گا کہ عبادات، معاملات اور معاشرت کے جتنے احکام ہیں ان میں سے کوئی بھی حکم اس وقت تک صحیح طریقہ سے بجا نہیں لایا جا سکتا جب تک اخلاق درست نہ ہوں اگر اخلاق درست نہ ہوں تو بعض اوقات یہ نماز روزہ بھی بیکار بن جاتے ہیں نہ صرف بیکار بلکہ الٹا وبال بن جاتے ہیں۔

اخلاق کا مطلب آجکل عرف عام میں کچھ اور سمجھا جاتا ہے اور جس اخلاق کی پاکیزہ شریعت ہم سے تقاضا کر رہی ہے وہ کچھ اور ہے۔عرف عام میں اخلاق اس کو کہتے ہیں کہ ذرا مسکرا کر کسی آدمی سے مل لیا اس کے ساتھ خندہ پیشانی سے نرمی سے بات کر لی۔اسکو کہتے ہیں یہ خوش اخلاق آدمی ہے لیکن جس اخلاق کا مطالبہ دین نے ہم سے کیا ہے اس کا مفہوم اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔اصل اخلاق انسان کے باطن کی ،اس کے دل کی ، اسکی روح کی ایک صفت ہے انسان کے باطن کے اندر مختلف قسم کے جذبات ، خیالات ، خواہشات پروان چڑھتے رہتے ہیں ان کو اخلاق کہتے ہیں اور ان کے درست کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔

روح کی بیماریاں : جس طرح انسان کے جسم کے اندر بہت سی صفات ہوتی ہیں کہ بعض اوقات جسم صحت مند ہے،خوبصورت ہے، طاقتور ہے، توانا ہے اور بعض دفعہ جسم نحیف کمزور دبلا پتلا، بیمار اور بدصورت ہے اس طرح انسان کی روح کی بھی کچھ صفات ہوتی ہیں بعض اوقات روح طاقتور ہوتی ہے اور بعض اوقات کمزور ہوتی ہے بعض اوقات روح اچھی صفات کی مالک ہوتی ہے بعض اوقات خراب صفات کی مالک ہوتی ہے۔جس طرح انسان کے جسم کو بیماریاں لگتی رہتی ہیں کہ کبھی بخار ہو گیا کبھی پیٹ خراب ہو گیا کبھی قبض ہو گیا کبھی دست آ گئے اسی طرح روح کو بھی بیماریاں لگتی ہیں کہ کبھی اس میں تکبر پیدا ہو گیا کبھی حسد پروان چڑھنے لگا کبھی اس میں بغض پیدا ہو گیا کبھی اس میں ناشکری پیدا ہو گئی یہ ساری کی ساری روح کی بیماریاں ہیں۔

روح کا حسن و جمال: جیسے انسان کے جسم کی خوبصورتی ہے مثلاً کہتے ہیں اس کا چہرہ بہت خوبصورت ہے اس کی آنکھیں بڑی خوبصورت ہیں اسی طرح روح کی بھی کچھ خوبصورتی ہے ۔روح کا حسن یہ ہے کہ اس کے اندر تواضع ہو، صبر و شکر ہو اخلاص ہو خود پسندی نہ ہو، ریا کاری نہ ہو، عجب نہ ہو یہ سب روح کا حسن ہے ۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں بہت سے احکام دیئے ہیں جن کا تعلق ہمارے ظاہری جسم سے ہے مثلاً نماز ہے۔نماز میں کہیں جسم کو کھڑا کیا جاتا ہے کبھی رکوع میں چلے جاتے ہیں کبھی

سجدے میں چلے جاتے ہیں کبھی سلام پھیرتے ہیں یہ ساری حرکات جسم کے ذریعے انجام پاتی ہیں تو یہ ایک جسمانی عبادت ہے۔ روزے میں ایک مقررہ وقت تک بھوکے پیاسے رہتے ہیں یہ بھی ایک جسمانی عبادت ہے۔ مال کی ایک خاص مقدار غریب کو دینا فرض ہے یہ بھی ایک جسمانی عبادت ہے جس کو زکوۃ کہتے ہیں۔ حج بھی ایک جسمانی عبادت ہے جسکے اندر محنت کرنا پڑتی ہے سفر کرنا پڑتا ہے خاص ارکان انجام دینے پڑتے ہیں۔ جس طرح یہ ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم کے متعلق رکھی ہیں اسی طرح بہت سے فرائض ہمارے باطن اور روح سے متعلق رکھے ہیں۔

مثلاً یہ حکم دیا کہ تواضع اختیار کرنی چاہئے اب یہ تواضع جسم کا فعل نہیں باطن کا فعل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اخلاص کا حکم فرمایا کہ اپنے اندر اخلاص پیدا کرو یہ بھی باطن کی ایک کیفیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شکر کا حکم دیا ہے یہ بھی باطن کا فعل ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم فرمایا ہے یہ بھی باطن کا فعل ہے بہر حال جس طرح اس ظاہری جسم کو بیماریاں لگتی ہیں اور پھر علاج کیلئے ڈاکٹر سے رجوع کرنا پڑتا ہے اسی طرح روح کو بھی بیماریاں لگتی ہیں اگر ظاہری بیماری کا علاج بروقت نہ ہو تو وہ بیماری اگر زیادہ نقصان پہنچائے تو موت آجائے گی لیکن اگر باطنی بیماریوں کا علاج بروقت نہ ہو تو اس سے اتنا نقصان ہوگا کہ برداشت کی طاقت ہی نہیں رہے گی اور وہ ہے جہنم۔

باطنی بیماری کے ڈاکٹر: اس کی تشخیص کرنے والی ایک اور قوم ہے۔ یہ وہی قوم ہے جن کو حضرات صوفیاء کرام کہتے ہیں جو علم اخلاق کے ماہر ہوتے ہیں۔ یہ ایک **مستقل فن** ہے **مستقل علم** ہے اس کو بھی اسی طریقے سے پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے جس طرح ڈاکٹری پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ بہت ساری بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جن کا انسان کو خود پتہ لگ جاتا ہے مثلاً بخار ہوگیا تو معلوم ہوگا بدن میں درد ہے گرمی لگ رہی ہے بیمار خود پہچان لے گا کہ بخار ہے۔ لیکن بعض بیماریاں ایسی ہوتی کہ مریض کو اپنے مرض کا پتہ نہیں چلتا وہ ڈاکٹر کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن باطن کی بیماریاں ایسی ہیں کہ مریض کو خود معلوم نہیں ہوتا کہ میرے اندر یہ بیماری ہے اور نہ کوئی ایسا آلہ انسان کے پاس موجود ہے جس سے پتہ لگ جائے کہ تکبر ہے کہ نہیں تو باطن کی بیماریوں کے علاج کیلئے بھی کسی ڈاکٹر سے رجوع کرنا پڑتا ہے اور وہ ہیں صوفیاء کرام جو باطن کے ڈاکٹر ہیں انسان کے باطن کا علاج کرتے ہیں اور انسان سے گندگیوں کو دور کرتے ہیں (از اصلاح خطبات تغیر کثیر) اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ہمیں باطن کی بیماریوں سے محفوظ رکھے اور صوفیاء کرام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ امین ثم امین

قسط 4

مسواک کی اہمیت

علامہ شعرانیؒ کی زبانی

مولانا محمد طیب الیاس

علامہ شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ایک عہد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ لیا گیا ہے کہ ہم ہر وضو کے وقت ہمیشہ مسواک کیا کریں اگرچہ ہمیں اس پابندی کی خاطر مسواک کو دھاگے سے باندھ کر گلے میں ڈالنا پڑے یا پگڑی میں رکھنا پڑے اور یہ ایسا عہد ہے جس میں عام طور پر تجار، رؤساء اور خدام سب ہی کوتاہی کرتے ہیں چنانچہ ان کے منہ سے بوجہ گندہ ذہنی (دانتوں کے گندا ہونے) کے جو بدبو محسوس ہوتی ہے اس سے حق تعالیٰ سبحانہ اور فرشتوں اور نیک مؤمنین کی تعظیم میں خلل واقع ہوتا ہے۔

علامہ شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن عنان، شہاب الدین بن داؤد اور شیخ یوسف حریثی رحمہم اللہ سے زیادہ کسی کو مسواک کے بارے میں پابند اور حریص نہیں دیکھا اور یہ کمالِ ایمان اور اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تعظیم کی بدولت ہے اور سُننِ اسلام میں اس کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے متعلق ایک بار حکم دینے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ بار بار تاکید فرمائی۔

علامہ شعرانی (بطورِ نصیحت کے) فرماتے ہیں:

اے میرے عزیز! تم اس سنتِ محمدیہ کو ہمیشہ لازم پکڑو تاکہ آخرت میں اس کا اجرِ عظیم حاصل کرسکو اور یاد رکھو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت کے بالمقابل جنت میں ایک درجہ ہے جو اس سنت کو اپنائے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ بعض بے پرواہ، گستاخ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ "یہ کام (یعنی مسواک) زیادہ سے زیادہ سنت ہی تو ہے (فرض واجب تو نہیں) جس کے چھوڑنے کی اجازت ہے۔" "تو ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا" "یہ جنت کا ایک درجہ ہے جس سے تجھ کو محروم رکھنا بھی جائز ہے۔"

علامہ شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ بات سنی کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ کو ایک بار وضو کے وقت مسواک بآسانی میسر نہ ہوسکی تو آپ نے ایک دینار کے عوض مسواک خریدی تاکہ زندگی میں ایک بار بھی وضو بغیر مسواک کے ہونے نہ پائے۔ بعض لوگوں نے اس دینار خرچ کرنے کو زیادتی پر محمول کیا تو آپ نے فرمایا: کہ تمام دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ میں اُس وقت کیا جواب دوں گا جبکہ اللہ تعالیٰ مجھ سے دریافت فرمائے گا: تو نے میرے نبی کی سنت (مسواک) کو کیوں ترک کیا جب کہ وہ قیمتاً دستیاب ہوسکتی تھی حالانکہ ہم نے تم کو مال دے رکھا تھا؟ حضرت شبلی رحمہ اللہ کا جواب سن کر وہ لوگ خاموش ہوگئے جنہوں نے اس کو زیادتی پر محمول کیا تھا۔

علامہ شعرانی (تنبیہ کرتے ہوئے) فرماتے ہیں اے میرے بھائی! تم بھی اپنے جذبۂ ایمانی کا اندازہ کرلو کہ اگر تم کو قیمتاً مسواک خریدنا پڑے تو تم نصف دینار تو درکنار چند ٹکے بھی ہرگز ادا نہ کرو گے اور مسواک چھوڑ دو گے۔ مگر اس عمل (کہ مسواک کے لئے چند روپے بھی خرچ نہ کرنا) کے باوجود تم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقربین میں شمار کرتے ہو۔ خدا کی قسم یہ ایک دعویٰ ہے جو بے دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں پر شوق وذوق سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تطفیف (ناپ تول میں کمی) ایک بڑا گناہ ہے جس میں بہت سی صورتیں شامل ہیں

مولانا محمد نوید خان صاحب
جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ○ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ○

ترجمہ ”بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لے لیں اور جب اُن کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں۔“

یہ سورۃ مطففین کی ابتدائی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ”کم ناپنے اور کم تولنے“ جیسے بڑے گناہ پر دردناک عذاب کی وعید بیان فرمائی ہے (کیونکہ وَیْلٌ کے معنی ”دردناک عذاب“ کے بھی آتے ہیں) یعنی جب کوئی چیز کسی کو بیچی جائے تو جتنا خریدنے والے کا حق ہے اس سے کم تول کر دے۔ عربی میں اس کم ناپنے اور تولنے کو ”تطفیف“ کہا جاتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اس بُرے گناہ میں مشہور تھی اور ان پر عذاب نازل ہونے کے سبب میں کفر و شرک کے ساتھ اس بُرے عمل کا بھی دخل رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قحط کے عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں (موطا مالک) مفسرین فرماتے ہیں کہ قحط کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ اشیاء ضرورت مفقود (ختم) ہو جائیں اور یہ بھی ہو سکتی ہے کہ موجود بلکہ کثیر ہونے کے باوجود اتنی مہنگی ہوں کہ اُن کو خریدنا مشکل ہو جائے۔ درحقیقت تطفیف صرف تجارت اور لین دین کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ”تطفیف“ کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ مؤطا مالک میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ ناپ تول کی کمی سے اصل مراد یہ ہے کہ کسی کا جو حق کسی کے ذمہ ہو اس کو پورا ادا نہ کرے بلکہ اس میں کمی کرے خواہ وہ ناپنے تولنے کی چیز ہو یا دوسری طرح کی اگر کوئی ملازم اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے، کسی دفتر کا ملازم یا کوئی مزدور اپنے کام کے وقت مقررہ میں کمی کرتا ہے یا مقررہ کام کرنے میں کوتاہی کرتا ہے وہ بھی اسی فہرست میں داخل ہے۔ کوئی شخص نماز کے آداب و سنن پورے بجا نہیں لاتا وہ بھی اسی تطفیف کا مجرم ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز سخت عذاب ان لوگوں کو بھی ہوگا جو اپنی نماز، روزے اور دوسری عبادات میں کمی کرتے ہیں (تنویر المقباس) حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ نے کوئی نوکر رکھا اور نوکر سے یہ طے کیا کہ تمھیں ماہانہ تنخواہ اتنی دی جائے گی اور ساتھ دو وقت کا کھانا بھی روزانہ دیا جائے گا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو اعلیٰ اور عمدہ کھانا خود کھالیا اور بچا کھچا کھانا جس کو ایک معقول اور شریف آدمی پسند نہیں کرتا وہ نوکر کے حوالے کر دیا تو یہ بھی تطفیف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص عیب دار چیز فروخت کرے اور اس عیب کے بارے میں وہ خریدار کو نہ بتائے کہ اس کے اندر یہ خرابی ہے تو ایسا شخص مسلسل اللہ کے غضب میں رہے گا اور ملائکہ ایسے آدمی پر مسلسل لعنت بھیجتے رہتے ہیں (ابن ماجہ) دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی دور میں اساتذہ کا یہ معمول تھا کہ دارالعلوم کے وقت میں اگر کوئی مہمان ملنے کیلئے آجاتا تو جتنی دیر مہمان ٹھہرتا اتنا وقت نوٹ کر لیتے اور مہینہ کے آخر میں تنخواہ سے اتنے وقت کی رقم کاٹ لینے کی درخواست کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام حقوق ادا کرنے کی اور تطفیف اور تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

نیکی یا فیشن

مولانا محمد ضمران ساجد

رمضان کا مہینہ اصلاح نفس کا بہترین نسخہ ہے۔ اس مہینہ میں جتنی برکات اور نعمتیں ہیں وہ کسی اور مہینہ میں نہیں دی گئیں۔ رمضان میں دن کو روزہ، شب کو تراویح پھر شب کے اخیر حصہ میں تہجد، سحری۔ پہلے عشرہ کا اپنا مقام، دوسرے کا اپنا مقام تیسرا مزید اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے۔ اعتکاف کی برکت بلیلۃ القدر کی تلاش پھر معتکف ہوتا ہے یا اللہ ہی ہوتا ہے، خلوت کا ایک اپنا ہی انداز ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ رمضان میں اتنا کچھ کر کے ایسے شخص کو بزرگ ہو جانا چاہئے لیکن ویسے کا ویسے ہی ہے جیسے پہلے تھا اس کی کئی وجوہات ہیں:

(۱) گناہ روزے کی حالت میں چھوڑے نہیں (روزہ بھی ہے لیکن غیبت بھی ہو رہی ہے، چغلی بھی کی جا رہی ہے جس سے مقصود روزہ حاصل نہ ہو سکا)

(۲) روزہ کے مقصود حاصل نہ ہونے کی بڑی وجہ ریا کاری اور عرف عام میں فیشن بھی ہے اب روزہ میں جو کام ہو رہا ہے اس میں دکھاوا مقصود ہے مثلاً کسی روزہ دار کو افطار کروایا تو خوب نمود و نمائش، افطار پارٹی کا انعقاد کا ہونا، مخصوص افراد کا شامل افطار ہونا، پھر فضول گوئی میں مصروف ہونا یہ سب ناشائستہ کام ہیں۔ افطار پارٹی ایک فیشن کا روپ دھار چکی ہیں جس کا حاصل دنیاوی اغراض و مقاصد کا حاصل کرنا ہوتا ہے نہ کہ دینی مقاصد پر ہر چند کے رمضان میں یہ ایک وبا بن چکی ہے لہذا جب اخلاص نہیں تو اللہ بھی اجر عطا نہیں فرماتا یہی وجہ ہے کہ جیسے پہلے تھے ویسے ہی بعد میں رہے۔

(۳) اسی طرح اعتکاف ایک فیشن بن گیا ہے جس مسجد میں کھانا اچھا ہو وہاں اعتکاف کرنا محلے کی مسجد کو خیر باد کر دینا، اپنے اعتکاف کی تشہیر کرنا اور کرانا تاکہ لوگ کہیں کہ بڑا مومن ہو گیا ہے (۴) نئی نسل آخری عشرہ میں خصوصاً اور کئی پورا پورا مہینہ چہرے کے بال نہیں منڈواتے اور چاند رات کو نائی کی دوکان پر تشریف فرما ہوتے ہیں وجہ یہ ہے کہ عید کے دن چہرہ سب سے اچھا لگے۔ دیکھئے ان سب کاموں میں ریا کاری ہے جسے آجکل فیشن کا نام دیا جاتا ہے اسی فیشن کی وجہ سے اقوام سابقہ تباہی کے دہانے پر پہنچی۔ آج مسلمان بھی اسی روش (طریقہ) کو اختیار کئے ہوئے ہیں یہ بات ذہن میں ہونی چاہئے کہ یہ ریا کاری، دکھاوا ہو گا تو اخلاص نہ ہو گا۔ حدیث میں آقا مدنی علیہ السلام نے فرمایا "تھوڑا سا دکھاوا بھی شرک ہے" (سنن ابن ماجہ) اس لئے روزہ تو رکھنا ہی ہے تو کیوں نہ اپنے روزہ کو اور اس سے متعلق چیزوں کو خلوص کے ساتھ کریں۔ نہ کہ فیشن کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو عقل سلیم عطا فرمائیں۔ آمین

بقیہ خواتین کا علم و عمل

اس نے تو میری بیوی بگاڑ کر رکھ دی ہے، پہلے ہماری ہر رات شب زفاف تھی اب اس کی ہر شب، شب عبادت بن گئی ہے، وہ راتوں کو عبادت میں مشغول ہو کر راہبہ بن چکی ہے (کتاب الثقات للعجلی) واقعتاً مرد مومن کی نگاہ ایمان افروز سے بسا اوقات دل کی دنیا میں انقلاب آ جاتا ہے اور عقل و خرد کی شوخی و مستی جلوۂ ایمان کے سامنے دم توڑنے لگتی ہے۔ ؂

جلوؤں نے اہل ہوش کو کیسے شکست فاش دی
آئے تھے ان کو ڈھونڈنے، خود سے بھی بے خبر گئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اس واقعے سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

لفظ مولوی کا معنی ومطلب مولوی کا لفظی معنی ہے مولیٰ یعنی اللہ والے۔جو آدمی اللہ تعالیٰ کا ہو جائے یعنی اُن کی باتیں مانے اور طے کرلے کہ ان کے حکم کی خلاف ورزی بالکل نہ کروں گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہو جاتے ہیں اور پھر دعا بھی مانگتا رہے کیونکہ اپنی طاقت سے گناہ سے نہیں بچ سکتا یا اللہ! گناہ سے بچنے کی ہمت بھی آپ ہی عطا فرمائیں اور نیکی کرنے کی طاقت وتوفیق بھی دے دیں۔

ہر ڈاڑھی والے کو مولوی کہہ دینا کیسا ہے؟ آجکل رواج ہو گیا ہے کہ جس کی ڈاڑھی ہو اس کو مولوی کا لقب مل جاتا ہے حالانکہ اگر وہ دین کے ظاہری تمام شعبوں میں پورا اترتا ہے، واقعی اللہ والا ہے پھر تو اس لقب کا مستحق ہے گرچہ عالم نہ ہو ورنہ وہ خالی ڈاڑھی رکھنے سے مولوی نہیں بن جاتا۔آجکل غضب اس بات کا ہے کہ جس کی ذراسی ڈاڑھی نکلی یا نکلنا شروع ہوئی یا شیو کرانے میں ذرا دیر ہو گئی تو اس کو مولوی کے القاب دیئے جاتے ہیں دراصل یہ خطرناک حرکت ہے جس میں از روئے مذاق اس کو مولوی کہا جاتا ہے، ڈاڑھی کو مذاق بنایا جاتا ہے جو انسان کے مستقبل کو اندھیرے میں ڈالنے والی بات ہے اس لئے اس سے فوری پرہیز کرنا چاہئے۔ایک مشت (چار انگل) سے کم ڈاڑھی کاٹنا یا منڈوانا اگرچہ جائز نہیں مگر ڈاڑھی منڈے کو حقیر و گھٹیا سمجھنا کسی کیلئے حلال نہیں ہے۔

مولوی اور مولانا میں فرق مولوی کا معنی جب اللہ والا ہونا پتہ چل گیا تو اب یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ مولوی اور مولانا میں کیا فرق ہے۔عام طور پر چھوٹے عالم کو مولوی اور بڑے عالم کو مولانا صاحب کہتے ہیں جو کہ درست ہے اور بڑے عالم کو مولوی صاحب کہنا اور چھوٹے کو مولانا کہہ دینا بھی درست ہے۔

لفظ مولانا کا معنی ہمارے آقا ہمارے سردار ہے۔عالم بن چکنے یا عنقریب عالم بن جانے والے کو بھی مولانا کہا جا سکتا ہے، غیر عالم کو مولانا کہنا لفظی اعتبار سے تو درست ہے مگر عرفی لحاظ سے درست نہیں شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ بھی عالم ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جو عالم باعمل ہو وہی مولانا کہلانے کے قابل ہے۔

لفظ قاری کا معنی ہر ڈاڑھی والے کو قاری کہنا بھی مناسب نہیں۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں قاری وہ ہوتا تھا جو عالم بھی ہو اور تلاوت بھی عمدہ کرسکے مگر بعد میں عالم الگ اور قاری الگ نام ہوئے۔عالم وہ ہے جو دینی علوم میں مہارت رکھتا ہو اور اس کے مطابق عمل بھی کرے اور "قاری وہ ہے" جو نہ صرف شعبہ تجوید سے متعارف ہو بلکہ تمام حروف کی ادائیگی بھی اچھے طریقہ سے کرتا ہو۔

مفتی وہ ہے کہ جو دینی علوم میں گہری نظر رکھتا ہو (باریک اور غیر مشہور مسائل حل کر سکے) اور عمل کا بھی پابند ہو۔

ایک عام غلطی کسی کو صرف مولوی یا صرف قاری کے لفظ سے پکارنا اچھا نہیں۔کم از کم مولوی صاحب یا قاری صاحب کہنا چاہئے اگرچہ وہ سامنے نہ بھی ہوں تاکہ مذاق اڑانے والی جماعت میں شامل نہ ہوں

مولانا لکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے (مولٰنا) اکثر لوگ اس طرح لکھتے ہیں (مولانا) مطلب تو ادا ہو جاتا ہے مگر زیادہ بہتر اس طرح ہے (مولٰنا) کیونکہ اصل میں یہ دو لفظ ہیں مولیٰ بمعنی آقا سردار اور نا بمعنی ہمارے جب اکٹھا لکھیں گے تو یوں لکھنا زیادہ مناسب ہے

مولنا (الف کی جگہ کھڑی زبر کے ساتھ)

مولوی یا مولنا کی اہمیت (۱) دین کی طرف نسبت ہے اسلئے کبھی کسی لحاظ سے بے ادبی نہ کرنی چاہئے (۲) قرآن وحدیث سمجھنے وسمجھانے والا ہے ہمیشہ ان کا ادب وتعظیم مدنظر رہے "ادب وتعظیم" آرام پہنچانے اور تکلیف نہ دینے کا نام ہے (۳) اچھی صحبت زیادہ حاصل کرنے والے ہوتے ہیں اس لیے ہمیں ان کی ہر وقت ضرورت ہے (۴) ہمارے امام یہی لوگ ہیں (۵) ہمارے مؤذن بھی یہی لوگ ہیں (۶) ہمارے بچوں کے کانوں میں اذان اور ہمارے مُردوں کے جنازے پڑھانے والے یہی ہوتے ہیں (۷) ہمارے نکاح خواں اور طلاق وغیرہ کے مسائل بتانے والے یہی لوگ ہوتے ہیں (۸) حدیث کے مطابق عوام قیامت کے بعد بھی علماء کے محتاج رہیں گے۔ حق تعالیٰ جب کچھ پوچھیں گے تو لوگ علماء کی طرف دیکھا کریں گے (۹) ہمارے اور ہمارے بچوں کے استاد بھی یہی ہوتے ہیں (۱۰) قیامت کے دن بہت سے علماء کی عام سفارش چلے گی انشاءاللہ تعالیٰ۔ اب بتایئے کہ ڈاڑھی نہ رکھنا صرف اس وجہ سے کہ میں مولوی بن جاؤں گا محرومی کے سوا کچھ نہیں۔ ڈاڑھی کٹوانے والے حضرات سے مرنے کے بعد یا قیامت کے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوچھ لیا کہ ارے! تمہیں میری شکل اچھی نہ لگی تھی؟ تو کیا جواب دیں گے۔ ڈاڑھی رکھنے سے ہی حیاء کامل ہوسکتی ہے ڈاڑھی منڈوانے والوں کو عورتوں کی مشابہت کرنے کا گناہ بھی ہوتا ہے۔

اگر کسی عالم یا مولنا کو غلطی میں دیکھیں تو تین کام کریں

(۱) غلطی میں آپ ان کی اتباع (پیروی) نہ کریں (۲) ان کی اس غلطی کا چرچا نہ کریں (۳) آپ ان کے حق میں دعا کریں کہ یا اللہ! یہ اس غلطی سے مکمل رک جائیں۔ یہ تینوں کام ایک حدیث سے ثابت ہیں انہی اہل حق، علماء، طلباء، مشائخ اور نیک لوگوں کی بدولت دنیا قائم ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی قدر کی توفیق دیں آمین

جوتوں کی حفاظت کا انوکھا طریقہ

ارواح ثلاثہ میں ایک واقعہ لکھا ہے جس کی روایت حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی اور حضرت حاجی صاحب رحمہم اللہ سے بھی نقل کی گئی ہے کہ بڑے میاں شاہ اسحاق صاحب اور چھوٹے میاں شاہ یعقوب صاحب دونوں بھائی جب مکہ مکرمہ میں حرم میں داخل ہوئے تو دروازہ پر جوتے چھوڑ جاتے مگر باوجود اس کے کہ وہاں جوتوں کا محفوظ رہنا بہت مشکل ہے اور حرم کے اندر انسان کے سامنے جوتا چوری ہو جاتا ہے مگر ان کے جوتے محفوظ رہتے۔ یہ واقعہ دیکھ کر لوگ تعجب سے ان سے پوچھتے کہ کیا وجہ ہے کہ آپ حضرات کے جوتے چوری نہیں ہوتے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب ہم جوتے اتارتے ہیں تو چور کیلئے اس کو حلال کر جاتے ہیں اور چور کی قسمت میں حلال مال نہیں اس لئے ہمارے جوتے محفوظ رہتے ہیں۔ حضرت مولنا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ سے جب یہ واقعہ بیان کیا گیا تو فرمایا کہ یہ اصل میں تعلیم ہے شاہ عبدالقادر صاحب کی جب شاہ صاحب کے زمانے میں اکبری (دہلی) مسجد میں جوتے چوری ہونے لگے تو شاہ صاحب نے لوگوں سے فرمایا کہ تم اپنے جوتے چوروں کیلئے حلال کر دیا کرو پھر وہ محفوظ رہیں گے کیونکہ چور کی قسمت میں حلال مال نہیں۔

(از آپ بیتی حصہ۲ص۷۷)

جناب سید عبداللہ شیرازی صاحب

مکتوب نمبر ۸

حال: احقر کا ارادہ اس دفعہ اعتکاف بیٹھنے کا ہے۔ اگر کوئی خاص رکاوٹ نہ ہوئی تو ضرور بیٹھوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اِن دِنوں کو برکت سے گزارنے کی دعا فرماویں۔

ارشاد: دل سے دعا کرتا ہوں۔

حال: نیز اعتکاف کے متعلق کوئی خاص وظیفہ یا دوسری عبادت تحریر فرماویں اور کوئی نصیحت بھی اس کے متعلق فرماویں۔

ارشاد: تلاوت اسکے بعد درود شریف، استغفار وغیرہ اذکار جو دل چاہے۔

حال: سَمعِ مَوتیٰ (مردوں کا سننا) کے متعلق چند ایک باتیں دریافت کرتا ہوں: (۱) کیا تمام مردے وہ باتیں سنتے ہیں جو اُن کی قبر پر کی جائیں؟ (۲) اگر تمام نہیں تو کیا صرف مسلمان مردے سنتے ہیں؟ (۳) اگر تمام مسلمان مردے نہیں تو کیا خاص خاص بندے اللہ کے سنتے ہیں، جیسے انبیاء، اولیاء، صحابہ، شہداء، صدیقین وغیرہ؟ (۴) اگر اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تمام نہیں سنتے تو کیا صرف پیغمبر سنتے ہیں؟ (۵) اگر تمام پیغمبر نہیں سنتے تو کیا صرف حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں؟ (۶) اگر مردے نہیں سنتے تو السلام علیکم یا اھل القبور کیوں کہا جاتا ہے؟

ارشاد: ان جملہ سوالوں سے نفع کیا ہے؟ آپ کا عملی کام کوئی ان پر موقوف ہے؟ بلا ضرورت سوال کرنا پھر ایسے سوالات جن میں کچھ اختلاف ہو اور کچھ دقت ہو مناسب نہیں۔ پھر کبھی زبانی دریافت کر لینا۔

حال: مناجات مقبول منگوائی ہے۔ اُس کا پڑھنا عنقریب شروع کر دوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ موت کے شوق کے لئے رسالہ ''شوقِ وطن'' منگوایا ہے۔ پڑھ رہا ہوں۔

ارشاد: الحمدللہ

حال: قرآن مجید کی تلاوت تھوڑی تھوڑی کر رہا ہوں اور تراویح میں بھی قرآن مجید سن رہا ہوں۔ روزانہ عصر کی نماز کے بعد تقریباً پندرہ منٹ تسہیل المواعظ کے سلسلے کے وعظ پڑھا کرتا ہوں۔ ایک دن جمعہ میں بھی پڑھا تھا تھوڑا تھوڑا مطالعہ مواعظ کا ذاتی طور پر بھی کیا کرتا ہوں۔

ارشاد: بہت اچھا کرتے ہو۔

حال: میرا مصمم (پختہ) ارادہ لاہور ہی میں علمِ دین حاصل کرنے کا ہے۔ کیونکہ میں نے محسوس کیا ہے کہ جب سے لاہور سے آیا ہوں لاہور جانے اور حضرت والا کا درس سننے اور مجلس میں بیٹھنے کے لئے دل بے چین رہتا ہے، اگر ملتان میں کئی ماہ متواتر حضرت والا سے دور رہنا پڑا تو کہیں یہ بے چینی زیادہ نہ ہو جائے۔

ارشاد: انشاء اللہ وہاں بھی اس کا سامان ملے گا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ الی الآخرۃ اس سے بھی نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ ایک دفعہ احقر نے ایک خط میں اس قسم کا مضمون لکھا کہ چھٹیوں میں کچھ دن حضرت کی خدمت میں رہ کر گھر جانے کا خیال ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تحریر فرمایا سفر میں گھر نہیں ہوتا۔ حقر پہلے تو اس ارشاد کا مطلب اپنی نوعمری اور کم فہمی کی وجہ سے نہ سمجھ سکا۔ پھر احقر کے شریک حجرہ حضرت ماسٹر عبدالرفیق صاحب مدظلہم کے سمجھانے سے سمجھ میں آیا کہ حضرت کی توجہ تو ہر وقت آخرت کی طرف رہتی ہے اور دنیا کی ساری زندگی کو سفر ہی خیال فرماتے ہیں اس لئے فرمایا کہ اس دنیا کے سفر میں رہتے ہوئے گھر کہاں؟ یعنی دنیا کے گھر کو گھر نہ سمجھو گھر تو آخرت ہے۔ حدیث پاک میں ہے كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ (بخاری) کہ دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر سرائے میں رہتا ہے بلکہ ایسے رہو جیسے مسافر سفر طے کرتے وقت معمولی سامان کندھے پر اٹھا کر اپنی منزل مقصود تک جلد ز جلد پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اور جو سرمایہ وہ کما کر لایا ہے سکو سرائے کی مرمت پر یا سڑک مرمت پر خرچ نہیں کرتا ورخالی ہاتھ گھر پہنچنا نہیں چاہتا ایسے ہی دنیا میں رہنے والے مسافر کو کرنا چاہیے کہ اپنی عمر کے قیمتی سرمایہ کو جس سے جنت جیسی عالی شان نعمت کو خرید سکتا ہے ضائع نہ کرے اور اپنی آخرت کی فکر کرے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا دار کو تو اپنے محبوب سے نفع اٹھانا بھی نہیں آتا یعنی دنیا کی چیزوں سے جو لذت دین دار حاصل کر سکتا ہے بھلا دنیا دار کہاں حاصل کر سکتا ہے، دیندار دنیا کی حلال نعمتوں کو لذت اور قوت اور راحت کا ذریعہ بھی سمجھتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ محبوب کی طرف سے دیا ہوا عطیہ بھی سمجھتا ہے اور محبوب کی بھیجی ہوئی معمولی سی چیز میں بھی عجیب لذت ہوتی ہے، اسکو محب ہی سمجھ سکتا ہے۔ تو جو لذت دین دار کو دنیا کی چیزوں میں محسوس ہوتی ہے۔ بھلا دنیا دار کو کہاں محسوس ہو سکتی ہے۔ بعض لوگوں کے ذہن میں جو یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ نیک بننے سے دنیا کو بالکل چھوڑنا پڑے گا اور یہ مشکل ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ ارشاد سے اس شیطانی دھوکے کی جڑیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں کہ دنیا کی پوری لذت بھی دین دار بننے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

محترمی چودھری روشن علی صاحب مدظلہم

خلیفہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے اپنا حال ذکر فرمایا کہ میں نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ جی چاہتا ہے نوکری چھوڑ دوں فرمایا کہ مزہ تو اسی میں ہے کہ تھانیداری میں فقیری کرائی جائے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے بلا واسطہ یہ ملفوظ سننا بھی یاد پڑتا ہے کہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ طریقت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضرت کیا نوکری چھوڑ دوں؟ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود کتابیں پوری پڑھے ہوئے نہ ہونے کے رئیس العلماء حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی یوں رہنمائی فرمائی کہ مولانا! ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہیں یہ پوچھنا علامت ہے تردد کی اور تردد علامت ہے خامی کی اور خام آدمی کو ترک اسباب نہ چاہیے جب پختگی ہوگی تو خود ہی

چھوڑ دو گے۔ بہر حال ہمارے حضرات کا اصول ہے کہ ایک بڑے درجہ کی پختگی ہوئے بغیر ملازمت چھوڑنے کو پسند نہیں فرماتے بلکہ ہمارے حضرات تو حرام نوکری کو بھی فوراً چھوڑنے کا مشورہ نہیں دیتے بلکہ فرماتے ہیں کہ پہلے حلال ذریعہ معاش کا انتظام کرلو پھر چھوڑنا کیونکہ اب تو حرام ہی میں ابتلاء ہے خطرہ ہے کہ نوکری چھوڑنے پر فقر سے تنگ آکر کہیں کفریہ کلمات کہنے نہ شروع کردو۔

احقر کاتب الحروف کو یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مثال بیان فرمائی کہ اگر بادشاہ اعلان کردے کہ فلاں قلعہ جو موتیوں اور ہیرے جواہرات سے پر ہے اور ہر موتی اتنا قیمتی ہے کہ اس سے پوری سلطنت خریدی جاسکتی ہے اس قلعہ کے دروازے اتنے بجے سے اتنے بجے تک کھلے رہیں گے جو چاہے جتنے چاہے موتی اٹھا کرلے جاوے تو پھر نہ کھانے کی فکر ہوگی نہ پیشاب پاخانہ کا خیال ہوگا کوشش ہوگی کہ جتنے زیادہ سے زیادہ ہوسکیں موتی جمع کرلوں اس سے زیادہ قیمتی انسان کی عمر کے سانس ہیں کہ ایک ایک سانس میں نیکی کرکے جنت اور رضاءِ حق خریدی جاسکتی ہے جو دنیا کی سلطنتوں سے کہیں بہتر ہے۔ اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ جبکہ مزدور بحری جہاز پر سے سامان اتارنے میں اور اجرت لینے میں مشغول تھے ایک بدو کے لڑکے نے کہا کہ مجھے پیشاب یا کہا پاخانہ کی حاجت ہے۔ تو بدو کہنے لگا کہ کیا یہ پاخانہ کا وقت ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اس موقعہ کے بیان فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے دن رات کمانے میں ایسے ہی مشغول ہونا چاہیے جیسے وہ بدو اور اس کا لڑکا مشغول تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ تو لوٹ کا زمانہ ہے کہ کام تھوڑا اجرت زیادہ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں ایک نیکی کرنے والے کو پچاس کے برابر ثواب ہوگا۔ حضرات صحابہ نے عرض کیا کہ ہم میں سے پچاس یا ان میں سے پچاس؟ فرمایا کہ تم میں سے پچاس۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں تو ہمت نہیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تعبیر فرمایا کہ ایک آدمی کو فتنہ کے زمانہ میں پچاس ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر اجر ملتا ہے۔ احقر راقم حروف عرض کرتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ ہے کہ گنتی کے لحاظ سے پچاس گنا ثواب ملتا ہے یہ مراد نہیں کہ عمدگی کے لحاظ سے پچاس گنا ملتا ہے۔ مثلاً جنت میں ایک صحابی کو ایک نماز کی وجہ سے ایک مکان ملا اور اس فتنہ کے زمانہ میں ایک نماز پڑھنے والے کو پچاس مکان ملے تو گنتی کے لحاظ سے اس کے مکان زیادہ ہونگے اور عمدگی اور خوبصورتی کے لحاظ سے صحابی کا مکان بہت بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ سلف صالحین کے ارشادات میں مذکورہ تفصیل واضح طور پر مذکور ہے۔

بقیہ دل کے متعلق چند مشہور اقوال

اور اسی ذکر کے وقت میں سے کچھ نفس کے محاسبہ کیلئے بھی نکال لینا چاہئے۔ (یعنی نفس کی جانچ پڑتال ہوتی رہے) جس میں اپنے نفس سے اس طرح کی باتیں کرنی چاہئے:۔ ”اے نفس! تجھے ایک دن دنیا سے جانا ہے موت بھی آنے والی ہے اس وقت یہ مال و دولت یہیں رہ جائیں گے سب لوگ ساتھ چھوڑ دیں گے۔ خدا تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر نیک اعمال زیادہ ہوں گے تو بخشا جائے گا ورنہ سخت پکڑ کا خطرہ ہے“ اس کی فکر کرنی چاہئے اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس طرح وقت نکال کر اپنے نفس سے باتیں کیا کرے انشاء اللہ اس سے اصلاح آسان ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمادیں۔ آمین ثم آمین

مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ (البقرہ ۲۶۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ خیرات کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ ڈالو اس سے ایک پودا اُگے جس میں سات سٹے ہوں، ایک سٹے میں سو سو دانے ہوں تو ایک دانے کے سات سو دانے ہو گئے، تو گویا ایک روپیہ خرچ کیا تو سات سو مل جائیں گے۔ اور ارشاد فرمایا کہ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ (البقرہ ۲۷۶) کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مال میں ترقی چاہتے ہو تو سود نہ لیا کرو **مال کی ترقی کا طریقہ** یہی ہے کہ خیرات کرو، خیرات سے مال بڑھ جاتا ہے۔ سود سے تو مال کم ہوتا ہے اور یہ کمی حساً بھی کبھی ظاہر ہو جاتی ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک جگہ سود سے آپ سو روپے وصول کرتے ہیں لیکن دوسری جگہ دو سو روپے کا نقصان ہو گیا۔ ایک سو کا جو نقصان ہوا یہ سود کی وجہ سے ہوا۔ کبھی حسی طور پر تو کم ہوتا نہیں پایا جاتا البتہ معنوی طور پر کمی پائی جاتی ہے مثلاً جو موقع تھا دس روپے پیسے خرچ کرنے کا وہاں بیس روپے لگ گئے یا بیس روپے لگنے تھے وہاں چالیس روپے لگ گئے۔ یہ بظاہر تو کوئی کمی معلوم نہیں ہوتی لیکن حقیقت میں تو کمی ہے۔ یہ نحوست و بے برکتی ہے سود کی البتہ صدقات کی برکات ہوتی ہیں کبھی یہ برکت حسی طور پر نظر آ جاتی ہے اور کبھی کبھی آہستہ آہستہ ایسے طریقے سے ہوتی ہے کہ پتہ بھی نہیں چلتا۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے گھر پر کچھ مہمان آ گئے۔ گھر میں صرف دو روٹیاں تھیں اور مہمان زیادہ تھے، تو بجائے اس کے کہ دو روٹیوں کے ہی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے رکھ دیتیں انہوں نے جلدی سے دو روٹیاں خیرات کر دیں۔ مہمان نے دیکھا تو کچھ افسوس سا کرتے رہے کہ دو روٹیوں سے کچھ گزارہ ہو جاتا، انہوں نے وہ بھی خیرات کر دیں۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی بڑے برتن میں سالن اور اس کے اوپر بہت ساری روٹیاں رکھ کر لایا اور کہا کہ فلاں صاحب نے یہ ہدیہ آپ کیلئے بھیجا ہے۔ حضرت رابعہ رحمہا اللہ نے روٹیاں گنیں تو اٹھارہ تھیں فرمایا کہ میں نہیں لیتی! واپس جاؤ تو یہ تو اٹھارہ ہیں میرے پاس تو بیس آئیں گی۔ کیونکہ میں نے دو خیرات کی ہیں میرے پاس دس گنا ہو کر بیس آئیں گی۔ اس لانے والے نے کہا کہ معاف کیجئے گا! میں نے دو راستے میں چرائی ہیں۔ بھیجنے والے نے بیس ہی بھیجیں تھیں میں وہ دو بھی لے کر آتا ہوں۔ تو اتنا اعتماد تھا کہ دو روٹیاں خیرات کر دیں کہ دس گنا ملے گا اور دس گنا مل بھی گیا یہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ ہے۔ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطلاق ۳) جو حق تعالیٰ پر صحیح طریقے سے بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں۔ ایک ماں نے اپنے بچے کی بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ پر بھروسے اور توکل کی تربیت کی۔ اس کو کہا کہ جب تمہیں بھوک لگے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا کہ یا اللہ! مجھے بھوک لگی ہے کھانا دیں۔ اس کے بعد فلاں الماری میں پردے کے پیچھے کھانا پڑا ہو گا۔ اللہ میاں بھیج دیں گے تم کھا لینا۔ چنانچہ وہ ایسا کرتا رہا۔ ماں کھانا تیار کر کے وقت سے پہلے ہی جب اندازہ ہوتا کہ بچے کو بھوک لگے گی رکھ دیتی۔ بچہ دعا مانگ کر جب پردہ ہٹاتا تو کھانا موجود ہوتا۔ ایک دن ماں کھانا رکھنا بھول گئی۔ بچے کو

بھوک لگی۔ دعا مانگی اور پردہ جو ہٹایا تو کھانا موجود تھا ماں کو جب پتہ چلا تو کہا کہ "میرا مقصد حاصل ہو گیا کہ بچے کو للہ تعالیٰ پر بھروسا اور اعتماد ہو جائے اور وہ ہو گیا" تو دینے والے تو اللہ ہیں جب وہ دینے والے ہیں ہم ناجائز طریقے کیوں استعمال کریں۔ رزق تو بہر صورت حق تعالیٰ نے دینا ہے اگر ہم صحیح طریقہ استعمال کریں تو جائز طریقے سے ملے گا۔ اگر غلط طریقہ اختیار کریں گے تو کھانا پھر بھی ملے گا۔ یہ ایسے ہی ہے کہ برتن صاف ستھرا پیش کریں گے تو کھانا دینے والا اس صاف برتن میں ڈال دے گا اور اگر گندہ پیش کریں گے تو کھانا دینے والا اس میں بھی ڈال دے گا۔ تو جتنا رزق لکھا ہوا ہے وہ ضرور ملے گا۔ حق تعالیٰ کا رشاد ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود:۶) کہ ہر جاندار کا رزق میرے ذمے ہے۔ ایک بزرگ نے ایک جگہ نماز پڑھی نماز پڑھنے کے بعد امام صاحب نے دیکھا کہ اچھی بزرگانہ صورت ہے چنانچہ امام صاحب نے ان بزرگ سے مصافحہ کیا۔ امام صاحب نے ن سے پوچھا کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے کیا کام کرتے ہیں۔ ان بزرگ نے کہا ذرا ٹھہر یئے تاکہ میں اپنی نماز دوبارہ پڑھ لوں۔ نماز پڑھنے کے بعد امام صاحب نے پوچھا کہ آپ نے دوبارہ نماز کیوں پڑھی؟ فرمایا کہ اس لئے کہ مجھے تمہارا عقیدہ صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں کہ ہر جاندار کا رزق میرے ذمہ ہے اور تم پوچھ رہے ہو کہ تمہارا پیشہ کیا ہے؟ تو مجھے یہ شبہ ہوتا ہے کہ تمہارا اس آیت پر ایمان ہی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ لسلام کوہ طور پر آگ لینے آئے تو وہاں پر ان کو پیغمبری مل گئی۔ اس دوران ان کو خیال آیا کہ پیچھے میں بیوی چھوڑ کر آیا ہوں اس کا کون انتظام کرے گا تو حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ تمہارے سامنے جو پتھر ہے اس کو لاٹھی مارو۔ لاٹھی ماری تو وہ ٹوٹ گیا اور اندر سے ایک اور پتھر نکل آیا فرمایا اس کو بھی توڑو۔ اس کو بھی توڑا تو اندر سے ایک اور پتھر نکل آیا۔ فرمایا اس کو بھی توڑو اس کو توڑا تو اندر سے ایک کیڑا نکلا اور اس کے منہ میں سبز پتہ تھا فوراً سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے خیال کا جواب دیا ہے۔ بہر حال تدبیر کرنے کے بعد بھروسا اللہ تعالیٰ ہی پر ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

حقیقی ترقی یا ظاہری ترقی

ترقی کی دو قسمیں ہیں: (۱) حقیقی ترقی (۲) ظاہری ترقی۔ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر جس ذریعہ اور جس طریقہ سے بھی ترقی کی جائے وہ "ظاہری ترقی" ہو گی "اصل اور حقیقی ترقی" وہ ہے جو اللہ سے تعلق قائم کرتے ہوئے کی جائے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص مغزیات کا استعمال کرے (بادام اور میوے کھائے) یقیناً اس سے اس کا جسم فربہ (موٹا) ہو گا، صحت مند اور تندرست ہو گا لیکن ایک شخص جس کا جسم مغزیات سے نہیں بلکہ سخت مار نے یا بیماری کی وجہ سے ورم کر جائے۔ اب دیکھیے دونوں صورتوں میں جسم کی ترقی ہے، بڑھنا ہے۔ مگر پہلی ترقی حقیقی اور دوسری ترقی ہائے ہائے والی ہے۔ اسی طرح اسلام جس ترقی کی دعوت دیتا ہے وہ حقیقی ترقی ہے جس میں اطمینان، قرار، دلجمعی ہے۔ دوسری ترقی انسان کو ہمیشہ پریشان اور بے چین رکھتی ہے یہ ترقی انسان کو لالچ اور حرص کا غلام بنا رکھتی ہے قناعت اور صبر و سکون سے اس کا دامن خالی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اصل اور حقیقی ترقی نصیب فرمائیں۔

(ماخوذ از باتیں ان کی یاد رہیں گی)

جناب ابو معاذ چترالی صاحب

مساجد کی تعظیم و آداب

مولانا اعجاز احمد چترالی صاحب

مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ان کی تعظیم واجب ہے مساجد کی تعظیم ہر وہ شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں اللہ کی محبت ہو اللہ کی عظمت ہو۔ایک حدیث میں وارد ہے کہ "حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ میرے صحابہ سے محبت کرے اور جو صحابہ سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ قرآن سے محبت کرے اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ مساجد سے محبت رکھے "(آگے فرمایا)مساجد اللہ کے گھر ہیں ان کی تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے ان میں برکت رکھی ہے وہ بھی بابرکت ہیں ان کے رہنے والے بھی بابرکت ہیں وہ مساجد بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں اور ان کے رہنے والے بھی وہ لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے کام بنا دیتے ہیں اور ان کی حاجتیں پوری فرما دیتے ہیں۔اور وہ مسجد میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے اُن کی چیزوں کی حفاظت فرما دیتے ہیں۔(قرطبی)

فائدہ: کتنی بڑی فضیلت ہے مساجد کو (اپنی عبادات، ذکرو اذکار، تلاوت سے)زیادہ کرنے والوں کی، کیا ستم ظریفی ہے مسلمانوں کی کہ پنج گانہ نماز کیلئے بھی مسجد آنے سے سستی اور کاہلی کرتے ہیں چہ جائے کہ وہ ہر وقت یا اکثر وقت مسجد میں آ کر رہیں۔دنیا کے کاموں میں ایسے مگن رہتے ہیں کہ مساجد سے اذان (اللہ کی طرف بلاوا) کی آواز آتی ہے یہ اپنے کام چھوڑ کر مسجد آنے کو گوارہ نہیں کرتے۔

وائے ناکامی کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مساجد کی تعظیم کا حکم فرمایا ہے فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ (النور ۳۶) "وہ ایسے گھروں میں (جاکر عبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جاوے اور ان میں اللہ کا نام لیا جاوے" "بیوت" سے مراد مسجدیں ہیں "رفع" بمعنی بلندی سے یہاں تعظیم مراد ہے۔"تعظیم سے مراد" ہے کہ سجدوں میں لغو (بےفائدہ) کام اور کلام نہ کیا جاوے، مسجد بنانا ان کی تعظیم واحترام کرنا، نجاستوں اور گندی چیزوں سے پاک رکھنا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بیت اللہ کی تعظیم کی نیت سے مسجد کو شاندار بلند و مستحکم خوبصورت بنانا بھی ثواب سے خالی نہیں (بشرطیکہ نام و نمود اور شہرت مطلوب نہ ہو) یہ سب آداب مسجد میں داخل ہیں۔علماء نے مسجدوں کے آداب میں پندرہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔

مسجد کے آداب (۱) اول یہ کہ مسجد میں پہنچنے پر کچھ لوگ بیٹھے ہوں تو سلام کرلے اگر کوئی نہ ہو تو السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین کہے بشرطیکہ کسی کو تکلیف یا حرج نہ ہو (۲) مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھے (جبکہ وقت مکروہ اوقات یعنی عین آفتاب طلوع ہونے یا غروب ہونے یا استواء نصف النہار، میں سے نہ ہو) نیز داخل ہونا اس دعا کے ساتھ ہو۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

بقیہ صفحہ - ۳ پر

اخلاقی زوال

مفکر اسلام
مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ

اخلاقی زوال بڑھتے بڑھتے اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ اب انسان کی انسانیت کی تذلیل (ذلت) سے تفریح (خوشی) ہوتی ہے بلکہ مذاق (مزاج) اتنا بگڑ گیا ہے کہ انسانیت جتنی پست سطح پر اترے اتنی ہی آسودگی اور تفریح ہوتی ہے۔ یہ فلم اور پکچر، یہ ناول اور افسانے، یہ عریاں تصویریں اور فحش گانے کیوں آپ کی تفریح کا سامان ہیں؟ کیا ان میں انسانیت کو ذلیل شکل میں نہیں دکھلایا جاتا؟ کیا یہ آدم کے بیٹوں اور حوا کی بیٹیوں کو جو آپ کے بھائی اور بہنیں ہیں ایسی شکل میں نہیں پیش کرتیں جو انسانیت کے لئے باعث ننگ و عار ہیں؟ کیا آپ کو ان تصویروں اور کھیلوں، ان فلموں اور ناولوں میں انسانیت کی ذلت اور رسوائی نظر نہیں آتی؟ پھر آپ کی طبیعت میں کیوں نفرت پیدا نہیں ہوتی؟ آپ ان کو کس طرح گوارا کرتے ہیں؟ جب کوئی سوسائٹی اخلاقی حیثیت سے معیاری ہوتی ہے تو اس کا کوئی فرد کسی فرد کی ذلت برداشت کرنا تو الگ رہا اس کے متعلق کسی بداخلاقی کا سننا بھی گوارا نہیں کرتا۔ قرآن مجید میں ایک غلط الزام کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ تم نے سنتے ہی کیوں نہ اس کی تردید کی اور کیوں نہ صاف کہہ دیا کہ یہ محض ایک طوفان اور اتہام (تہمت) ہے۔ تم نے اپنے متعلق نیک گمان کیوں نہیں کیا، اور اپنے اوپر اعتماد سے کام کیوں نہیں لیا۔ یہ ہے اس سوسائٹی کی بات جو آئیڈیل (Ideal) سوسائٹی کہلانے کی مستحق ہے جس میں ہر فرد دوسرے کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس کا مقابلہ اُس گری ہوئی سوسائٹی سے کیجئے جس کے کچھ افراد دوسرے افراد کی اخلاقی گراوٹ (بد اخلاقی) اور خلاف شرافت و انسانیت حرکات سے لذت اور تفریح حاصل کرتے ہیں ایک انسان اپنے جسم کو عریاں کرتا ہے، ہوا و ہوس (خواہشات) کا شکار رہتا ہے، اپنی عزت و ضمیر کو فروخت کرتا ہے اور سینکڑوں اور ہزاروں آدمی اس کا تماشہ دیکھتے اور تفریح حاصل کرتے ہیں۔ اخلاقی گراوٹ (بد اخلاقی) اور بے حِسّی کی عبرت ناک مثال اس سے اور زیادہ کیا ہو سکتی ہے، یہی وہ حالات اور آثار ہیں جن سے خطرہ ہوتا ہے کہ یہ ملک اپنی تمام مادی ترقیوں اور ظاہری خوش حالیوں کے باوجود کہیں زوال کا شکار نہ ہو جائے۔ یہ بد اخلاقیاں اور تعیشات (عیش پرستی) کا رجحان بیماریوں اور وباؤں سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ آپ کسی ایک گذشتہ قوم کا نام بتلا دیجئے جس کے متعلق تاریخ میں یہ درج ہو کر وہ پوری کی پوری قوم فلاں بیماری یا وبا کی نذر ہو کر بالکل فنا ہو گئی لیکن میں آپ کو ایسی بیسیوں قوموں کا نام بتلا سکتا ہوں جو بد اخلاقیوں کا شکار ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ (ماخوذ از تعمیر انسانیت)

حضرت فضیل بن عیاض کا
زبردست ملفوظ

یہ بزرگ فرماتے ہیں اللہ کی قسم آخرت مٹی کی ہوتی اور باقی رہنے والی ہوتی اور دنیا سونے کی ہوتی اور فانی ہوتی تو مناسب یہ تھا کہ لوگوں کی رغبت باقی رہنے والی مٹی کے ساتھ ہوتی۔ اور حال یہ ہے کہ دنیا مٹی کی ہے اور فانی ہے اور آخرت سونے کی ہے اور باقی رہنے والی ہے تو ہماری توجہ اور رغبت آخرت کے ساتھ ہونی چاہئے نہ کہ دنیا کے ساتھ (ارشاد السالکین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم . نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین اما بعد:

عالم دین بننے کے زبردست فضائل

قرآن پاک میں حق تعالیٰ جل شانہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کا ایک بڑا مقصد دین سکھانا قرار دیا ہے چنانچہ ویعلمکم الکتاب کہ اور وہ تم کو کتاب یعنی قرآن سکھاتے ہیں اس سے آپ کے دنیا میں تشریف لانے کا (چار میں سے) ایک بڑا مقصد کتاب یعنی قرآن سکھانا معلوم ہوا۔ تین مقصد اس کے علاوہ ہیں زیر موضوع تعلیم کتاب ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے تو دو جماعتیں مصروف عمل تھیں پہلی جماعت ذکر واذکار وغیرہ میں مصروف تھی آپ ان کے پاس سے گزر گئے دوسری جماعت جو علم دین سیکھنے سکھانے میں مصروف تھی آپ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں استاد بنا کر ہی بھیجا گیا ہوں (دارمی) اس سے علم دین کی فضیلت ظاہر ہوئی کیونکہ آپ طلباء کے پاس بیٹھے اور دوسری روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ جس کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ فرمائیں اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما دیتے ہیں اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ارادے مخفی (چھپے) ہوتے ہیں۔ مگر ایک موقع پر حق تعالیٰ نے اپنا ارادہ ظاہر فرما دیا وہ یہی ہے جس کو دین کی سمجھ بوجھ مل گئی یعنی علم دین سیکھنا سکھانا نصیب ہو گیا اسے یہ یقین کر لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اس کے ساتھ بہتری اور بھلائی کا ارادہ فرما لیا ہے اس حدیث سے کتنی بڑی بشارت اور خوش خبری ملی اور ہمیں چاہئے کہ ہم اسے حاصل کریں (بخاری شریف)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی دین کی طلب کے لئے نکلے تو وہ اللہ کے راستے میں ہے جب تک کہ گھر واپس نہ آ جائے (ترمذی) اس سے معلوم ہوا کہ علم دین سیکھنا (دینی مدرسے کا طالب علم بننا) جہاد کا ثواب پانا ہے اسی طرح دوسری روایت میں آتا ہے کہ جو شخص چالیس حدیثیں یاد کر لے (عربی میں سمجھ کر سند کے ساتھ) وہ قیامت کے دن علماء میں شمار ہوگا (بیہقی) اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے فرمایا عالم کے لئے زمین و آسمان کی تمام چیزیں مغفرت طلب کرتی ہیں (ترمذی) اسی طرح ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے فرمایا خَیرُ العِبَادَۃِ الفِقۃُ (احیاء العلوم) یعنی فقہ بہترین عبادت ہے معلوم ہوا کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانے کا بڑا مقصد علم دین سکھانا ہے تو ہماری زندگی کا بھی ایک بڑا مقصد علم دین سیکھنا اور سکھانا ہونا چاہئے بالخصوص آجکل (ماہ شوال کے شروع میں) پورے پاکستان کے دینی مدارس میں داخلے ہوتے ہیں اس لئے اگر خود عالم نہیں بن سکے تو کم از کم اپنے بیٹوں کو ضرور عالم بنائیے تاکہ ساری زندگی بلکہ مرنے کے بعد بھی دوسروں کی محتاجی نہ ہے جیسے گھر میں ڈاکٹر ہو تو باہر کی محتاجی نہیں رہتی جبکہ ڈاکٹر موت تک کام آتا ہے اور عالم دین

بقیہ صفحہ ۲۰ پر

پانچ با برکت کلمات

حضرت مولانا محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
روحانی جلیل
قدس سرہ

بعض روایات میں ہے کہ ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور فاقے سے تھیں ۔ اتفاق سے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بطور ہدیہ کچھ بکریاں لائی گئیں تو حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تیس دن سے آل محمد کے گھروں میں آگ نہیں جلائی گئی ۔ اگر تیری خواہش ہو تو تیرے لئے پانچ بکریوں کا حکم دے دوں (یعنی تجھے پانچ بکریاں دے دی جائیں) اور اگر تو چاہے تو تجھے پانچ ایسے مبارک کلمات سکھلا دوں جو جبریل علیہ السلام نے آ کر مجھے بتلائے ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا (کہ مجھے بکریوں کی خواہش نہیں) بلکہ ان پانچ مبارک کلمات کی تعلیم دیدیں جو آپ کو جبریل علیہ السلام نے بتلائے ہیں ۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فاطمہ ! یہ پانچ کلمات سیکھ لے (اور ان کو پڑھ):

(۱) یَا اَوَّلَ الْاَوَّلِیْنَ (۲) یَا آخِرَ الْاٰخِرِیْنَ
(۳) یَا ذَا الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنِ (۴) یَا رَاحِمَ الْمَسَاکِیْنَ
(۵) یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ (اخرجہ ابوالشیخ والدیلمی)

احباب کرام ! آپ اس واقعے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تقویٰ کے بلند مقام کا ، ذکر اللہ اور فکر آخرت کی شدید محبت و شدید رغبت کا اندازہ لگائیں ۔ انہوں نے فاقے کے باوجود مال و دولت پر ذکر اللہ کو ترجیح دیتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مجھے جبریل علیہ السلام کے بتلائے ہوئے ذکر اللہ کے پانچ کلمات بتلا دیں ۔ یہ نبی علیہ السلام کی مبارک تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل دنیا کی محبت سے بالکل پاک و خالی ہو گئے تھے ۔ نبی علیہ السلام کی وہ مبارک تعلیمات آج بھی موجود ہیں اور تا قیامت باقی رہیں گی ۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان مبارک تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے والے بن جائیں ۔ اللہ عز و جل ہمیں ذکر اللہ و طاعات (نیکیوں) کی توفیق دیتے ہوئے غفلت اور معاصی (گناہوں) سے بچائیں ۔ امین

ترک دنیا کر کے ہر لذت کو چھوڑ
معصیت کو ترک کر غفلت کو چھوڑ
نفس و شیطان لاکھ در پے ہوں مگر
تو نہ ہرگز ذکر اور طاعت کو چھوڑ
(ماخوذ از گلستان قناعت)

بقیہ بچوں کے مستقبل کا اچھا فیصلہ کیجئے

حدیث شریف کے مطابق موت کے بعد بھی کام آتا ہے حتی کہ جنت میں حق تعالیٰ جل شانہ فرمائیں گے کہ مزید مانگو کیا مانگتے ہو تو لوگ علماء کی طرف دیکھیں گے کہ یہ کیا مانگتے ہیں اگر ہمارے گھر کا عالم ہوگا تو ہمیں باہر کی محتاجی نہ ہوگی اس لئے اپنے گھر میں کسی نہ کسی کو عالم ضرور بنائیں تا کہ دنیا و آخرت میں دوسروں کی محتاجی نہ رہے ۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ دین کی صحیح سمجھ بوجھ اور اس پر پورا عمل ہمارے نصیب و مقدر میں فرما دیں ۔

امین ثم امین یا رب العلمین
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ
محمد و الہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین

ادبی و علمی چٹکلے

دینی طلباء کیلئے

حافظ عبدالجبار
لاہور

(۱) قَالَ رَجُلٌ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَانْتَقَضَ وُضُوْءُهٗ درخت کے نیچے ایک صاحب بولے پس ان کا وضو ٹوٹ گیا

سوال: کیا کسی امام کے ہاں بولنا بھی ناقض وضو ہے؟

جواب: قَالَ یہاں قیلولۃ سے مشتق ہے نہ کہ قول سے جس سے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اب مطلب یہ بنے گا۔ ایک صاحب درخت تلے سو گئے یعنی قیلولہ کیا تو اُن کا وضو جاتا رہا، اب فرمایئے کیا اعتراض ہے؟

(۲) لَا تُصَلُّوْا عَلَى النَّبِيِّ۔ درود نہ پڑھو نبی پر۔

سوال: استغفر اللہ۔ بھلے آدمی ہیں آپ۔ قرآن پاک میں ہے صَلُّوْا عَلَيْهِ الخ (درود پڑھو)۔ اور آپ یہ کیا فرما رہے ہیں؟

جواب: غصہ ٹھنڈا کیجئے جناب! نبی کے معنی لغت میں جس طرح پیغمبر کے آتے ہیں۔ اسی طرح شارع عام (مین روڈ) کے بھی آتے ہیں۔ لہٰذا مطلب یہ ہوا راستہ پر نماز نہ پڑھو۔ کیونکہ اس سے دقت ہوگی۔

(۳) اَكَلَ الْمُفْتِي اُمَّ جَابِرٍ وَهٰذَا جَائِزٌ عِنْدَ اَبِيْ مَالِكٍ. کھایا مفتی نے جابر کی ماں کو اور یہ امام ابو مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔

سوال: بے چارہ جابر تو روتا پھرے گا مفتی صاحب اسکی ماں ہی کو ہڑپ کر گئے اور تعجب ہے کہ امام مالک نے جواز کا فتویٰ کیسے دیدیا ہے؟

جواب: سنیئے مولانا! اُمّ جَابِرٍ ھریسہ کو کہتے ہیں (جو ایک قسم کا کھانا ہے جو گوشت اور کوٹے ہوئے گیہوں کو ملا کر بنایا جاتا ہے) اور ابو مالک کے معنی بھوک کے ہیں معنی یہ ہوا کہ بھوک کے وقت ہریسہ کھایا۔ تب کیا اشکال ہے؟ آیئے اب آپ کو ایک عجیب و غریب جملہ سنا کر مجلس کا لطف دوبالا کرتے ہیں۔ جملہ کے الفاظ بظاہر ایک ہی ہیں مگر معنی ہر ایک کے الگ ہیں، وہ جملہ یہ ہے۔

رَأَيْتُ كَافِرًا ابْنَ كَافِرٍ فِيْ كَافِرٍ يَكْفُرُ كَافِرًا عِنْدَ كَافِرٍ۔ اس کا مطلب بتا دیجئے۔

جواب: کفر کے معنی بہت سے ہیں۔ اسی لحاظ سے کافر کے بھی مختلف معنی ہو جائیں گے مثلاً رات، نہر، کاشتکار، مُشرک، بادل، زمین وغیرہ۔ تو مذکورہ جملے میں ہر ایک سے الگ معنی مراد ہیں۔ اب اس جملے کا ترجمہ یہ ہوگا۔ میں نے رات میں ایک کاشتکار کو جو ایک مشرک کا بیٹا ہے نہر کے پاس زمین میں عمدہ کھیتی کرتے ہوئے دیکھا۔ (انتخاب از علمی جواہر پارے مطبوعہ بھارت) اب اختتام کرتے ہوئے

ھد ھد کا ایک دلچسپ واقعہ

پیش خدمت ہے۔ "مروی ہے ہد ہد (پرندہ) نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا تنہا میری؟ تو اُس نے کہا نہیں بلکہ تمام لشکر کی فلاں جزیرہ میں فلاں دن۔ چنانچہ آپ علیہ السلام لشکر سمیت وہاں پہنچ گئے تو ہدہد نے فضا میں اڑ کر ایک ٹڈی پکڑی۔ اسکو توڑ کر دریا میں ڈالا اور کہا اے اللہ کے نبی! سب کھاؤ جس کو گوشت نہیں ملے گا شوربا تو مل ہی جائے گا (گوشت کم ہے شوربا زیادہ ہے) حضرت سلیمان علیہ السلام اور آپکا لشکر سب ہنس پڑے۔ ایک شاعر نے اس کو اپنے شعر میں یوں کہا۔"

وَكُنْ قَنُوْعًا فَقَدْ جَرٰى مَثَلٌ
اِنْ فَاتَكَ اللَّحْمُ فَاشْرَبِ الْمَرَقَةَ

ترجمہ: قانع بن جا، کیونکہ مثل مشہور ہے کہ اگر تجھے گوشت نہ ملے تو شوربا پی لے۔

ربُّ العالمین کا مطلب و معنی

شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل: محمد طیب

رَبُّ | ربوبیت کے معنی ہیں پرورش کرنا اور کسی شے کو بتدریج (درجہ بدرجہ) حد کمال تک پہنچانا ۔ تربیت اگرچہ والدین سے بھی ظہور میں آتی ہے ۔ جیسا حق تعالٰی کا ارشاد ہے ۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا. (الاسراء:۲۴)

"اور یہ دعا مانگ کہ اے اللہ! میرے ماں باپ پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے خوردسالی (بچپن) میں مجھ کو پالا" مگر والدین کی تربیت نورِ آفتاب کی طرح اصلی اور ذاتی نہیں بلکہ نورِ زمین کی طرح مستعار (غیر سے لی ہوئی) ہے ۔ جس طرح نورِ زمین آفتاب کا فیض اور عطیہ ہے اسی طرح والدین کی تربیت بھی عطیۂ الٰہی ہے ۔ نیز حقیقی تربیت جب ہو سکتی ہے کہ کسی شے کو نیست (عدم) سے ہست (وجود) کیا جائے اور پھر اس کے تمام اسباب تربیت کو پیدا کیا جائے اور پیدا کرنے کے بعد انتفاع (نفع) کے تمام موانع (رکاوٹیں) دور کر دیئے جائیں تب تربیت مکمل ہو سکتی ہے ۔ والدین اولاد کی تربیت کرتے ہیں مگر نہ اولاد ان کی مخلوق ہے اور نہ وہ سامان تربیت کے خالق ہیں بلکہ سب کا سب خدا ہی کا پیدا کیا ہوا ہے ۔ نیز والدین کی تربیت چند اشخاص کے ساتھ مخصوص ہے تمام عالم کے لئے عام نہیں اور حق تعالٰی شانہ کی تربیت غیر محدود اور عام ہے ۔ پس قابل ستائش (لائق تعریف) وہی ربوبیت ہو سکتی ہے جو اصلی اور ذاتی ہو، مستعار اور عطاءِ غیر نہ ہو، ہر طرح سے کامل اور مکمل ہو کسی قسم کا اس میں نقص نہ ہو تمام عالمین کیلئے عام ہو ۔

حضرات صوفیاء کرام قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں کہ ارواح (روحوں) کے کانوں میں سب سے پہلے وصف ربوبیت ہی کا نغمۂ جانفزاء (خوش دل نغمہ) پہنچا ہے اور اسی وصف سے (انہوں نے) ول خدا کو پہچانا ہے جیسا کہ حق تعالٰی کا ارشاد ہے ۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰي. (الاعراف:۱۷۲) "اس وقت کو یاد کرو کہ تیرے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی ذریت (اولاد) کو نکالا اور خود ان کو ان کی جانوں پر گواہ بنایا ۔ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب نے کہا: بے شک آپ ہمارے رب ہیں"

حق تعالٰی شانہ نے سب سے پہلے اسی اسم ربّ کے ساتھ ارواح کو مخاطب کیا اور اسی نام سے ان سے عہد لیا ۔ اور بظاہر یہی وجہ ہوگی کہ اول الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء و مرسلین اور عباد مخلصین (مخلص بندوں) کو جو دعائیں حق تعالٰی شانہ نے قرآن کریم میں ذکر فرمائی ہیں وہ اکثر و بیشتر کلمۂ ربنا سے وارد ہوئی ہیں ۔ اور ایک مقام پر یعنی رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا الخ (آل عمران:۱۹۳) ان آیات میں کلمۂ ربنا سے دعا کرنے والوں کو اولو الالباب (عقل والے) فرمایا ہے ۔

عَالَم | اس چیز کو کہتے ہیں جس سے خالق کا علم حاصل ہوتا ہے ۔ "عَالَم" علامت سے مشتق ہے عالم کو عالم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ علامت ہے اسماء الٰہی اور صفات خداوندی کے لئے ۔ عالم میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اسی کے کسی اسم کا مظہر اور آئینہ ہے ۔ مؤمن و کافر اس کی شان اور انعام اور انتقام کے مظہر ہیں ۔ صاحب عزت اور صاحب ذلت اس کی شان وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ (آل عمران ۲۶) (عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے جسے چاہتا ہے) کے آئینہ میں ہیں ۔ عالم غیب اور عالم شہادت اس کے نام نامی الظاہر والباطن کے لئے آئینہ ہیں ۔

شبینہ میں ہونے والے منکرات

حافظ عبدالغفور
بستی مرزا پاتھر کلاں

بعض حفاظ کی عادت ہے کہ لیلۃ القدر میں یا اور کسی رات میں سب جمع ہو کر قرآن مجید ختم کرتے ہیں جس کو شبینہ کہتے ہیں۔ اول تو بعض علماء نے ایک شب میں قرآن پاک ختم کرنے کو مکروہ کہا ہے۔ کیونکہ اس میں ترتیل اور تدبر (غور وفکر) کا موقع نہیں ملتا۔ مگر چونکہ سلف صالحین سے ایک روز میں ختم کرنا بلکہ بعض سے تو ایک روز میں کئی کئی قرآن پاک ختم کرنا بھی منقول ہے۔ اس لئے اس میں گنجائش ہو سکتی ہے۔ مگر اس میں بہت سے اور مفاسد شامل ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے یہ شبینہ کا عمل مروجہ طریقوں کے مطابق مکروہ ہے۔ اور وہ مفاسد یہ ہیں۔

(۱) ہر شخص کوشش کرتا ہے کہ جس طرح ممکن ہو رات بھر میں قرآن مجید ختم ہو جائے اور اسی وجہ سے نہ ترتیل (وتجوید) کی پرواہ رہتی ہے اور نہ غلطی رہ جانے کا غم ہوتا ہے۔ بعض اوقات خود پڑھنے والے یا سننے والے کو معلوم بھی ہوتا ہے کہ فلاں مقام پر غلط پڑھا گیا ہے۔ مگر قرآن کریم کو جلد پورا کرنے کی غرض سے اس غلطی کو اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں۔

(۲) اکثر پڑھنے والوں کے دل میں ریا و تفاخر ہوتا ہے کہ زیادہ اور جلدی پڑھنے سے نام ہوگا (تعریف ہوگی لوگ کہیں گے کہ) فلاں نے ایک گھنٹہ میں اتنے پارے پڑھے ہیں اور ریا و تفاخر کا حرام ہونا ظاہر ہے۔

(۳) بعض جگہ یہ ختم نوافل میں ہوتا ہے۔ اور نوافل کی جماعت تین مقتدیوں سے زیادہ ہوں تو مکروہ ہے۔ اور اگر تراویح میں پڑھا تو اس میں یہ خرابی لازم آتی ہے کہ اگر سب مقتدی شریک ہوں تو ٹھیک (لیکن اکثر سارے مقتدی شریک نہیں ہوتے کیونکہ تمام رات پورا قرآن کھڑے ہو کر سننا کون سا آسان کام ہے) اور اگر مقتدی شریک نہ ہوئے تو آج کی تراویح کی جماعت سے محروم رہے۔

(۴) بعض لوگ شوق سے شریک تو ہو جاتے ہیں مگر پھر ایسی مصیبت پڑتی ہے کہ توبہ توبہ کھڑے کھڑے تھک جاتے ہیں۔ پھر بیٹھ کر سنتے ہیں پھر لیٹ جاتے ہیں۔ ادھر قرآن پاک پڑھا جا رہا ہے۔ اُدھر سب حضرات آرام فرما رہے ہیں۔ بعض لوگ آپس میں باتیں کرتے رہتے ہیں۔ غرض قرآن مجید کی بہت بے ادبی ہوتی ہے۔ اور اعراض کی صورت معلوم ہوتی ہے۔ اسی میں سحری کا وقت آجاتا ہے۔ تو اس ختم کرنے کے خیال سے پڑھنے والے کو سب کے ساتھ سحری میں شریک نہیں کرتے وہ بیچارہ کھڑا ہو کر قرآن پاک سنا رہا ہے اور سب کھانا کھا رہے ہیں۔ قرآن کریم سننے کے وقت دوسرا کام ہرگز جائز نہیں

(۵) بعض حفاظ نماز سے فارغ ہو کر پڑھنے والے کو لقمہ دیتے رہتے ہیں اور سب کی نماز تباہ کرتے ہیں۔

(۶) بعض جگہ سحری کے لئے چندہ ہوتا ہے۔ اور چندہ دبا کر اور شرما کر وصول کیا جاتا ہے جو کہ حرام ہے۔

(۷) بعض اوقات صبح صادق ہو جاتی ہے اور قرآن پاک کچھ رہ جاتا ہے۔ خواہ مخواہ کھینچ تان کر پورا کر ڈالتے ہیں۔ حالانکہ صبح صادق کے بعد فجر کی سنتوں کے علاوہ اور نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ (اصلاح الرسوم۔ بحوالہ تحفۂ رمضان ص ۱۴۳)

شبینہ کی جائز صورت

۱۸ تراویح پڑھ لے دو تراویح چھوڑ لے رات کو سنانے والے کی دو رکعت بطور تراویح ہوں پھر مقتدیوں کی نفل نماز ہو سکتی ہے اور اس کو ضروری نہ سمجھیں اور خلاف شرع کام نہ ہو تو جائز ہے۔

ملفوظ: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حافظ لوگ جو محراب سناتے ہیں ان کو دیا جاتا ہے اور علماء اس کو قرآن کی اجرت قرار دیکر ناجائز کہتے ہیں اگر اس کو حبسِ اوقات کی اجرت قرار دی جائے تو کیا قباحت ہے؟ فرمایا کہ حبسِ اوقات کی اجرت کہاں ہے؟ اگر حافظ جی مہینہ بھر تک ٹھہرے رہیں اور پڑھے نہیں تو کون دے گا؟ اور اگر حافظ جی دن بھر پھرا کریں اور رات کو سنا دیں تو مل جائے گا۔ یہ تو خالص اجرت قرآن پڑھنے پر ہے۔

تشریح...... اس ملفوظ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تراویح میں قرآنِ پاک سنا کر اس کا معاوضہ لینے کا مسئلہ ذکر فرمایا۔ رمضان شریف کے مہینے میں قرآنِ پاک تراویح میں سنایا جاتا ہے اور قرآنِ پاک کا ختم کیا جاتا ہے اور یہ مستحب بھی ہے لیکن اس کا معاوضہ لینا اور اس کے عوض میں کوئی رقم لے لینا یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ جیسے قرآنِ پاک یا کچھ اور پڑھ کر ایصالِ ثواب کر کے اس کا معاوضہ لینا، کچھ کھا پی لینا جائز نہیں ہے۔ ایسے ہی تراویح میں بھی قرآنِ پاک پڑھ کر اسکا معاوضہ لینا جائز نہیں ہے۔ شریعت کا یہی حکم ہے۔ یہ دو موقع ایسے ہیں جن میں قرآنِ پاک پڑھنے پر معاوضہ لینا جائز نہیں ہے۔ ایک ایصالِ ثواب کے موقع پر اور دوسرے تراویح میں قرآن پاک سنا کر۔ ان دونوں مسئلوں میں بہت سے لوگ غلطی کرتے ہیں۔ دیوبندی حضرات بھی تراویح میں قرآنِ پاک پڑھ کر معاوضہ لے لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے موقعوں مثلاً تعلیمِ قرآن یعنی کوئی کسی بچے کو پڑھاتا ہے، دینیات کی کتابیں پڑھاتا ہے امامت، خطابت، اذان کی خدمت انجام دیتا ہے تو اس کی تنخواہ لینی جائز ہے۔ اس کی تفصیل علماء نے یہ بیان کی ہے کہ کام کو عبادت ہو لیکن یا تو دین کا موقوف علیہ ہو یعنی دین کا باقی رہنا اس پر موقوف ہو جیسے قرآنِ پاک پڑھانا، دین کی کتابیں پڑھانا، ان پر اسلام و دین کا باقی رہنا موقوف ہے۔ اگر دنیا میں قرآنِ پاک نہ پڑھا پڑھایا جائے، ایسے ہی دینی مسائل نہ پڑھے پڑھائے جائیں تو دین باقی نہ رہے گا۔ جب علم باقی نہ رہے گا تو عمل بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ اس لئے یہ تو موقوف علیہ ہیں اسلام کے باقی رہنے کے لئے۔ ان میں کوئی آدمی ملازمت کرتا ہے، پابندی کے ساتھ پڑھاتا ہے اور اس کی تنخواہ لیتا ہے تو شرعاً یہ جائز ہے، کوئی اس میں گناہ نہیں ہے۔ بعض لوگ یہ کوشش کرتے ہیں کہ ہم دین کی کتابیں یا قرآنِ پاک مفت پڑھائیں گے اور اپنا کوئی دوسرا کاروبار ساتھ کریں گے اور اپنے کھانے پینے وغیرہ کا انتظام تجارت وغیرہ سے کر لیں گے تو ایسا کر لینا اچھا ہے بشرطیکہ اس کو نباہ سکے۔ لیکن عملی طور پر تجربہ یہی ہے کہ اس کا نباھنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ شروع میں آدمی یہ کہتا ہے کہ دو گھنٹے دینی کام میں لگاؤں گا باقی وقت کاروبار کر لوں گا۔ لیکن بعد میں کاروبار کا کام بڑھ جاتا ہے تو دو گھنٹے کا ایک گھنٹہ کر دیتا ہے۔ اور کاروبار بڑھتا ہے تو ایک گھنٹے کے بھی ناغے شروع ہو جاتے ہیں اور عام طور پر نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ وہ

خصوصیاتِ رمضان

مولانا محمد طیب الیاس

پہلی خصوصیت: ماہ رمضان زیادتی ثواب کا باعث ہے۔ جو نیکی غیر رمضان میں دس گنا اجر رکھتی ہے وہ رمضان میں ستر گنا زیادہ ثواب کی حامل ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ابن آدم کا عمل ثواب میں دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سوائے روزہ کے وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا (متفق علیہ) زیادتی ثواب کی ایک وجہ یہ ہے کہ حدیث میں روزے کو صبر سے تعبیر کیا گیا ہے اور صابرین کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے "اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ" (سورۃ الزمر ۱۰) صابرین کو بغیر حساب کے ثواب دیا جائے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ روزہ میں کمال اخلاص ہے۔ ویسے تو تمام اعمال کی روح ہی اخلاص ہے اور کوئی عمل بھی اخلاص کے بغیر وزن نہیں رکھتا مگر روزہ کو اخلاص سے جس قدر تعلق ہے اتنا کسی دوسرے عمل کو نہیں۔ اس لیے کہ باقی اعمال وعبادات کا وجود اخلاص کے بغیر بھی ہو سکتا ہے یعنی ریا کاری کی نیت سے دکھلاوے کے لیے مگر روزہ اپنی ظاہری شکل نہیں رکھتا کہ اسے دکھا کر کوئی اس میں ریا کاری کر سکے کیونکہ روزہ تو دل کے اس ارادہ کا نام ہے جس کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ اور روزے دار کے درمیان قائم ہے۔

دوسری خصوصیت: ماہ رمضان نعمتوں کی زیادتی کا باعث ہے۔ وہ اس طرح کہ عام قاعدہ یہ ہے کہ جب انسان کو کسی چیز کی شدید خواہش ہوتی ہے اور وہ اسے حاصل نہیں ہو پاتی تو فطرتاً اس چیز کی اہمیت و عظمت اس کے سامنے آجاتی ہے اور عام حالات میں جو اس نعمت کے ملنے سے بے توجہی ہوتی ہے وہ جاری رہتی ہے۔ ایسے ہی رمضان المبارک میں جب روزہ کھانے، پینے اور بیوی سے مباشرت کرنے پر پابندی لگ جاتی ہے تو ان چیزوں کا نعمت الٰہی ہونا محسوس ہوتا ہے اور ہر نعمت شکر کا تقاضا کرتی ہے تو انسان اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے جس سے طرح طرح کی مزید نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب ہوتی ہیں۔

تیسری خصوصیت: جیسے ہر پھل کے لئے کوئی نہ کوئی موسم ہوتا ہے جس میں وہ با آسانی میسر ہوتا ہے اسی طرح ماہ رمضان حسنات (نیکیوں) کا موسم ہے اس میں نیکی کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مشاہدہ یہ ہے کہ جو لوگ غیر رمضان میں فرائض تک سے محروم ہوتے ہیں وہ رمضان میں فرائض تو کیا نوافل بھی پابندی سے ادا کرتے ہیں اور کوئی مشقت محسوس نہیں کرتے۔ اسی طرح غیر رمضان میں آدمی ایک نفلی روزے رکھتا ہے تو لازماً کچھ نہ کچھ تنگی و بوجھ محسوس کرتا ہے مگر رمضان کے لگاتار روزے بوجھ معلوم نہیں ہوتے۔

چوتھی خصوصیت: ہمیشہ سے تعلیمات الٰہیہ کا نزول اس ماہ مبارک میں رہا ہے۔ تمام صُحُف آسمانی رمضان میں نازل ہوئے۔ (مسند احمد) اور قرآن مجید کے متعلق خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ" (سورۃ بقرہ ۱۸۵) رمضان کے مہینہ میں قرآن پاک نازل کیا گیا

پانچویں خصوصیت: اس ماہِ مبارک کے اعمال کی ادائیگی سے معاشرہ میں مساوات اور اتحاد کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ جب رمضان المبارک کا چاند طلوع ہوتا ہے تو دنیا کے تمام مسلمان ایک ہی عمل کے پابند ہوتے ہیں جس سے اتحادِ عملی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

چھٹی خصوصیت: اس ماہِ محترم کے اعمال کی ادائیگی سے باہمی ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک امیر آدمی جب خود بارہ چودہ گھنٹے بھوکا پیاسا رہتا ہے تو اسے غریب آدمی کی بھوک کا احساس پیدا ہوتا ہے اور قدرتاً اس کے دل میں غریبوں کے لیے ہمدردی اور ایثار کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

ساتویں خصوصیت: رمضان المبارک کے بڑے عمل روزے سے صحت انسانی درست ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے "صُوْمُوْا تَصِحُّوْا" (طبرانی) روزہ رکھو صحت یاب ہو جاؤ گے۔ چنانچہ آجکل کی جدید تحقیقات نے روزہ کے مفید صحت ہونے پر شواہد پیش کیے ہیں۔

آٹھویں خصوصیت: روزہ ایسا لطیف مجاہدہ ہے جو نفع میں تمام انسانی مجاہدات سے بڑھ کر ہے۔ وہ اس طرح کہ روزہ کی حقیقت پر غور کرنا گناہوں کے چھوڑنے کا سبب بن جاتا ہے۔ روزے کی حقیقت یہ ہے کہ "بنیت روزہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور بیوی سے الگ رہنا"۔ جب روزہ دار اس حقیقت پر غور کرے گا تو جان لے گا کہ جب یہ حلال چیزیں اللہ کے حکم سے حرام ہو گئیں تو جو چیزیں ہمیشہ کے لیے حرام ہیں ان میں مبتلا ہونا کیسے درست ہوگا۔ بس یہ تصور کرنا ہی اسے گناہوں سے باز رکھے گا اور جب پورے ایک ماہ تک یہ تصور کرے گا تو ایک مہینہ تک گناہ نہ کرے گا جس سے اس کو گناہوں سے بچنے کی عادت ہو جائے گی۔

نویں خصوصیت: اس ماہ میں حق تعالیٰ نے خود ہی ایسے اعمال مقرر فرمائے ہیں جن سے ایک طالبِ مولیٰ عشقِ الٰہی کی کئی منزلیں بآسانی طے کر لیتا ہے۔ رمضان میں تلاوتِ قرآن کی کثرت کو پسندیدہ قرار دیا گیا اور یہ تلاوت کرنا محبوب کی باتوں کا تکرار کرنا ہے۔ دوسرا عمل روزہ کا ہے جس کی حقیقت محض بھوکا پیاسا رہنا ہی نہیں بلکہ اس نیت کے ساتھ بھوکا پیاسا رہنا اور بیوی سے جدا رہنا ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ یعنی ان کے حکم کے تصور میں جو بھوک اور پیاس برداشت کی جاتی ہے وہ روزہ ہے۔ پس یہ عمل بھی الفت و محبت کو پیدا کرتا ہے اور اعتکاف تو محبوب کے ماسوا تمام اشیا کو چھوڑ کر اس کے آستانہ پر آ بیٹھنا ہے پھر خاص راتوں میں اس کی یاد میں گریہ و بکاء کیا جاتا ہے جسے لیلۃ القدر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

دسویں خصوصیت: رمضان کی راتوں کو عبادت میں گذارنے سے دن میں بھی سچائی اور دیانت سے کام کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔

گیارھویں خصوصیت: روزہ داروں کے لیے جنت سجائی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ رمضان کی خاطر جنت کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ پس جب رمضان کی پہلی تاریخ ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جو جنت کے پتوں سے نکل کر جنت کی حوروں پر سے گذرتی ہے تو وہ کہتی ہیں: اے ہمارے رب! اپنے بندوں میں سے ہمارے لیے ایسے شوہر بنا جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم سے ان کی آنکھیں (شعب الایمان للبیہقی) اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کے بابرکت ایام سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

مسائل رمضان

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ
«از بہشتی زیور»

مسئلہ ۱ رمضان شریف کے روزے کی اگر رات کو نیت کرے تو بھی فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر رات کو روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا بلکہ صبح ہو گئی تب بھی یہی خیال رہا کہ میں آج کا روزہ نہ رکھوں گا پھر دن چڑھے خیال آ گیا کہ فرض چھوڑ دینا بُری بات ہے اس لیے اب روزہ کی نیت کر لی تب بھی روزہ ہو گیا لیکن صبح کو کچھ کھا پی چکا ہو تو اب نیت نہیں کر سکتا۔

مسئلہ ۲ اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو تو دن کو ٹھیک دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے رمضان شریف کے روزے کی نیت کر لینا درست ہے۔

مسئلہ ۳ رمضان شریف کے روزے میں بس اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے بس اتنی ہی نیت سے رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا۔ اگرچہ نیت میں خاص یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان شریف کا روزہ ہے یا فرض روزہ ہے تب بھی روزہ ہو جائے گا۔

مسئلہ ۴ رمضان کے مہینے میں اگر کسی نے یہ نیت کی کہ کل نفل کا روزہ رکھوں گا، رمضان کا روزہ نہ رکھوں گا بلکہ اس روزہ کی قضا رکھ لوں گا تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہو گا نفلی روزہ نہیں ہو گا۔

مسئلہ ۵ پچھلے رمضان کا روزہ قضا ہو گیا تھا اور پورا سال گزر گیا اب تک اس کی قضا نہیں رکھی پھر جب رمضان کا مہینہ آ گیا تو اسی قضا کی نیت سے روزہ رکھا تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہو گا اور قضا کا روزہ نہ ہو گا۔ قضا کا روزہ رمضان کے بعد رکھے۔

مسئلہ ۶ کسی نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جاوے تو میں اللہ تعالیٰ کے دو روزے یا ایک روزہ رکھوں گا پھر جب رمضان کا مہینہ آیا تو اس نے اسی نذر کے روزے رکھنے کی نیت کی رمضان کے روزے کی نیت نہیں کی تب بھی رمضان کا ہی روزہ ہوا نذر کا روزہ ادا نہیں ہو گا۔ نذر کے روزے رمضان کے بعد پھر رکھے سب کا خلاصہ یہ ہوا کہ رمضان کے مہینے میں جب کسی روزہ کی نیت کرے گا تو رمضان ہی کا روزہ ہو گا۔ اور روزہ صحیح نہ ہو گا۔

مسئلہ ۷ شعبان کی انتیسویں تاریخ اگر رمضان شریف کا چاند نکل آئے تو صبح کا روزہ رکھو اور اگر نہ نکلے یا آسمان پر ابر ہو اور چاند نہ دکھائی دے تو صبح کا روزہ نہ رکھو۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے بلکہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کرے

مسئلہ ۸ انتیسویں تاریخ کو ابر کی وجہ سے رمضان شریف کا چاند نہیں دکھائی دیا تو صبح کو نفلی روزہ بھی نہ رکھو۔ ہاں اگر ایسا اتفاق پڑا کہ ہمیشہ پیر اور جمعرات یا اور کسی مقرر دن کا روزہ رکھا کرتا تھا اور کل وہی دن ہے تو نفل کی نیت سے صبح کا روزہ رکھ لینا بہتر ہے پھر اگر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو اس نفل روزے سے رمضان کا فرض ادا ہو گیا اب اس کی قضا نہ رکھے۔

مسئلہ۹ بدلی کی وجہ سے انتیسویں تاریخ کو رمضان کا چاند دکھائی نہیں دیا تو پھر دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک کچھ نہ کھاؤ نہ پیو۔ اگر کہیں سے خبر آجائے تو اب روزہ کی نیت کرلو اور اگر خبر نہ آئے تو کھائیو۔

مسئلہ۱۰ انتیسویں تاریخ کو چاند نہیں ہوا تو یہ خیال نہ کرو کہ کل کا دن رمضان کا تو ہے نہیں لاؤ میرے ذمہ جو گذشتہ سال کا ایک روزہ قضا ہے اس کی قضا ہی رکھ لوں یا کوئی نذر مانی تھی اس کا روزہ رکھ لوں۔ اس دن قضا کا روزہ اور کفارہ کا روزہ اور نذر کا روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے کوئی روزہ نہ رکھنا چاہیے۔ اگر قضا یا نذر کا روزہ رکھ لیا پھر کہیں سے چاند کی خبر آگئی تو بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگیا قضا اور نذر کا روزہ پھر سے رکھے اور اگر خبر نہیں آئی تو جس روزہ کی نیت کی تھی وہی ادا ہوگیا

مسئلہ۱۱ بھول کر کچھ کھا پی لینے یا ہم بستر ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ۱۲ دن کو روزے میں خواب دیکھنا جس سے نہانے کی ضرورت ہوگئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ۱۳ دن کو سرمہ لگانا، تیل لگانا، خوشبو سونگھنا اور مسواک کرنا درست ہے۔

مسئلہ۱۴ حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا آپ ہی آپ دھواں یا گرد و غبار چلا گیا تو روزہ نہیں گیا البتہ قصداً ایسا کیا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ۱۵ کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا اور روزہ یاد نہ تھا تو روزہ جاتا رہا۔ قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ۱۶ تھوڑی سی قے آئی پھر خود ہی حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا البتہ اگر قصداً لوٹالی تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ۱۷ میاں بیوی کا ساتھ لیٹنا، ہاتھ لگانا، پیار کرنا، یہ سب درست ہے اگر انزال کا خطرہ ہو تو مکروہ ہے اگر بغیر جماع کے انزال ہو جائے تو صرف قضا واجب ہے اگر جماع کر بیٹھے تو قضا اور کفارہ (ساٹھ روزے واجب) ہیں۔

مسئلہ۱۸ منہ سے خون نکلتا ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ البتہ اگر خون تھوک سے کم ہوا اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا

مسئلہ۱۹ ۔ بیمار یا مسافر روزہ چھوڑ کر بعد میں قضا رکھ لے تو جائز ہے۔

مسئلہ۲۰ ۔ حاملہ عورت کو ایسی بات پیش آگئی جس سے اپنے یا بچے کی جان کا ڈر ہے تو اس کے لیے روزہ توڑ ڈالنا بھی درست ہے صرف قضا واجب ہوگی۔ کفارہ واجب نہ ہوگا۔ البتہ حاملہ عورت کمزوری کی وجہ سے قضا کر سکتی ہے۔

منزل مقصود تک لے جانے کا قریبی راستہ

امام رازی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "میں نے علم کلام کے سارے مباحث اور فلسفے کے تمام ابواب پوری طرح غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ اس سے نہ بیمار تندرست ہوتا ہے نہ پیاسا سیراب' میں نے پایا کہ منزل مقصود تک لے جانے والا سب سے قریب راستہ قرآن پاک کا ہے۔"

بچپن میں قرآن مجید کے حروف ٹھیک ہو سکتے ہیں بڑھاپے میں نہیں

اگر بچپن میں قرآن نہ پڑھایا جائے تو بڑے ہو کر اعصاب دہن (یعنی منہ کے رگ اور پٹھوں) میں کچھ ایسی خشونت (سختی) آجاتی ہے کہ زبان جن حروف کو ادا کرنے کی ابتدا سے عادی نہیں ہوتی پھر وہ حروف بڑی عمر میں ادا نہیں ہوتے۔

سجدہ تلاوت کے ضروری مسائل

حافظ شفقت اللہ
متعلم
جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور

تعداد سجدۂ تلاوت قرآن شریف میں سجدہ تلاوت چودہ ہیں۔ جہاں جہاں قرآن شریف کے کناروں پر سجدہ لکھا ہوتا ہے اس آیت کو پڑھکر سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ "اللہ اکبر" کہہ کر سجدہ کرے پھر اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ "سبحان ربی الاعلی" کہہ پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھالے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو جائے اور اگر بیٹھے بیٹھے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھ بیٹھے کھڑا نہ ہو تو تب بھی درست ہے۔ یاد رکھیں بعض آدمی قرآن شریف پر ہی سجدہ کر لیتے ہیں اس سے سجدہ نہیں ہوتا اور ذمہ میں باقی رہتا ہے۔

شرائط سجدۂ تلاوت جو چیزیں نماز کیلئے شرط ہیں وہی چیزیں سجدہ تلاوت کیلئے شرط ہیں یعنی وضو کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن کا پاک ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، قبلہ کی طرف سجدہ کرنا۔

مسائل سجدہ تلاوت

مسئلہ ۱ ۔سجدۂ تلاوت کی آیت کو جو شخص پڑھے اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور جو شخص سنے اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے چاہے قرآن شریف سننے کے قصد (ارادہ) سے بیٹھا ہو یا کسی اور کام میں لگا ہو اور بغیر ارادہ کے سجدہ کی آیت سن لے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ تلاوت کرنیوالے کو چاہیے کہ آہستہ آواز سے پڑھتا کہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو۔

مسئلہ ۲۔ اگر کسی کے ذمہ میں بہت سارے سجدہ تلاوت ہوں جو اب تک ادا نہ کیے ہوں تو ان کو اب ادا کرے اگر ادا نہ کرے گا تو گناہ گار ہو گا

مسئلہ ۳۔ نماز پڑھنے کی حالت کسی سے سجدہ کی آیت سنے تو سجدہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کرے نماز کے اندر سجدہ نہ کرے اگر نماز میں ادا کر دیا وہ سجدہ ادا نہ ہو گا پھر دو بارہ کرنا پڑے گا

مسئلہ ۴۔ اگر ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ایک آیت سجدہ کئی بار دہرایا تو ایک ہی سجدہ واجب ہو گا۔ اب چاہے تلاوت کے اختتام پر سجدہ کر لے یا پہلی بار ہی آیت سجدہ پڑھنے کے بعد سجدہ کرے۔ اگر جگہ بدل گئی کہ ایک آیت سجدہ کو ایک جگہ تلاوت کیا پھر اسی آیت کو دوسری جگہ پر تلاوت کیا پھر اسی آیت کو تیسری جگہ پر تلاوت کیا الغرض جتنی جگہیں تبدیل کرے گا اتنے ہی سجدہ تلاوت واجب ہوں گے۔

مسئلہ ۵۔ سجدہ تلاوت میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں جاتا البتہ سجدہ باطل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۶۔ اگر آیت سجدہ کا ترجمہ کسی بھی زبان میں پڑھا تو پڑھنے والے پر سجدہ واجب ہو گا خواہ وہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو اور سننے والا اگر سمجھتا ہو یا اس کو خبر دی جائے کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہو گا ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۷۔ آیت سجدہ لکھنے یا اس کی طرف نظر کرنے یا زبان سے پڑھے بغیر دل سے پڑھے یا ہجے کرنے یعنی ایک ایک لفظ کے علیحدہ علیحدہ ہجے کرنے

بقیہ صفحہ ۶ پر

اللہ تعالیٰ کے تین اہم نام

اللہ، الرحمن، الرحیم

کنول محمد طیب

شیخ المحدثین والمفسرین حضرت
مولانا
محمد ادریس کاندھلوی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ

اللہ جو ذات تمام صفات کمال کی جامع اور تمام نقائص و عیوب سے پاک ہے۔ یہ اسم عظیم (لفظ اللہ) رب اعلیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ ہمیشہ صرف اسی وحدہ لاشریک ذات پر بولا جاتا ہے۔ جس طرح اس کی ذات اور صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں اسی طرح اس اسم عظیم میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں۔ اسی وجہ سے تمام اولیاء اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اسم ذات (یعنی لفظ اللہ) ہی اسم اعظم ہے

الرحمن الرحیم دونوں رحمت سے مشتق ہیں اور دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں۔ جمہور کے قول کے مطابق رحمٰن میں بہ نسبت رحیم کے زیادہ مبالغہ ہے۔ اسلئے کہ لفظ رحمٰن اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور رحیم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ رحیم کا لفظ قرآن پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بولا گیا ہے: **بالمؤمنین رؤف رحیم**۔ رحمٰن کے معنی ایسا انعام کرنے والا کہ کوئی اس جیسا انعام نہ کر سکے یہ معنی حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ رحیم مطلق انعام کرنے والے کو کہتے ہیں خواہ دوسرا اس جیسا انعام کر سکے یا نہ۔

ابتدا کے لئے ان تین ناموں کو خاص کرنے کی وجہ انسان پر تین حالتیں گزرتی ہیں۔

پہلی حالت: اس کا عدم سے نکل کر وجود میں آنا

دوسری حالت: اس کا باقی رہنا اور جس قدر حق تعالیٰ نے اس کے لئے باقی رہنے کی مدت مقرر فرمائی ہے اس کو پورا کرنا جس کو عرف عام میں "زندگی" کہتے ہیں۔

تیسری حالت: اس دنیا کی زندگی کے ختم ہونے کے بعد دنیا کی زندگی پر ثمرات (نتائج) کا مرتب ہونا۔ نیک عمل پر جزاء اور برے عمل پر سزا پانا۔

پس ابتدا میں یہ تین نام ذکر فرمائے تا کہ ان تینوں حالتوں کی جانب اشارہ ہو جائے۔ لفظ "اللہ" میں پہلی حالت کی جانب اشارہ ہے اس لئے کہ پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا حق تعالیٰ سے متعلق ہے۔ اور لفظ "رحمٰن" سے دوسری حالت کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ دنیا دارالامتحان ہے، آزمائش کا گھر ہے جو اس جگہ ٹھیک راستے پر چلا اس کے لئے آخرت کی تمام منزلیں آسان ہیں۔ شیطان اور نفس امارہ (برائی پر ابھارنے والا نفس) ہر وقت اس کی تاک میں ہے اس لئے بندہ ایسی حالت میں بے انتہا رحمت کا محتاج ہے اور لفظ "رحیم" کو تیسری حالت یعنی آخرت کی زندگی کی یاد دلانے کے لئے ذکر فرمایا ہے اور لفظ رحمٰن دنیا کی زندگی کی یاد دلانے کے لئے فرمایا ہے۔ جس میں بہ نسبت لفظ رحیم کے زیادہ مبالغہ ہے اس لئے کہ رحمٰن مبالغہ کا صیغہ ہونے کی وجہ سے رحمت کے عام ہونے پر دلالت کر رہا ہے اور رحمت کے عام ہونے کی جگہ صرف دنیا ہے کیونکہ دنیا مومن و کافر سب کے لئے باعث رحمت ہے اور آخرت صرف مومنوں کے لئے رحمت ہے۔ دنیا کا مومن کے لئے باعث رحمت ہونا ظاہر ہے اور کافر کے حق میں دنیا اس لئے رحمت ہے کہ وہ اس دنیا میں اپنے کفر سے توبہ کر سکتا ہے اگر وہ توبہ نہ بھی کرے تو فی الحال اس کا عذاب جہنم سے بچا رہنا بہت بڑی رحمت ہے اور آخرت صرف مومنوں کے لئے باعث رحمت ہے اور کافروں کیلئے باعث عذاب و سختی ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں: فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ (المدثر: ۸-۱۰) "جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن کافروں پر نہایت سخت اور دشوار ہوگا۔ کسی قسم کی آسانی اس میں نہ ہوگی۔"

خواتین ماہ رمضان اس طرح گزاریں۔۔

مولانا سید
عبداللہ شیرازی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خواتین اور مسلمان بہنیں اور مائیں اور بیٹیاں ماہ رمضان اس طرح گزاریں کہ جسم کا بھی روزہ ہو، روح کا بھی روزہ ہو اور اعضاء کا بھی روزہ ہو اور ہر طرح سے گناہوں سے بچ کر خاصان خدا یعنی صالحین جیسا روزہ ہو جس میں چھ چیزوں کی حفاظت ضروری ہے ﴿۱﴾ آنکھ کی حفاظت: کسی غیر محرم مرد دیکھنے اور تصویر کی طرف نگاہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والی چیز سے بچائیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔ مردوں کے لئے جس طرح غیر محرم عورتوں کو دیکھنا درست نہیں اس طرح یہ حکم عورتوں اور تمام بالغ بچیوں کیلئے بھی ہے

﴿۲﴾ زبان کی حفاظت: اس طرح زبان کو اپنے قابو میں رکھنا چاہئے عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کی بُرائی اور جھوٹ وغیرہ سے اپنی زبان کو خراب رکھتی ہیں حالانکہ حدیث شریف میں تمام مردوں اور عورتوں کو یہ حکم ہے کہ اپنی زبان اللہ تعالیٰ کی یاد سے تر رکھنی چاہئے۔ ماہ رمضان میں منہ کے اندر کوئی چیز لے جانا اور نگل جانا حالت روزہ میں منع ہے اور حلال چیزیں کھانا دوران روزہ بھی حرام ہیں تو جو چیزیں پہلے سے ہی حرام ہیں غیبت، چغلی وغیرہ ان کو منہ میں لے جانا اور ان کے لئے زبان استعمال کرنا کیسے حلال ہوسکتا ہے۔ اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

دو عورتوں کا قصہ ﴾ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام فرماتے ہیں ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہاں دو عورتوں نے روزہ رکھا ہوا ہے اور وہ پیاس کی شدت کی وجہ مرنے کو پہنچ گئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کی اور اعراض فرمایا اس نے دوبارہ عرض کیا (غالباً دوپہر کا وقت تھا) یا رسول اللہ! اللہ کی قسم وہ مر چکی ہوں گی یا مرنے کے قریب ہوں گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا پیالہ منگوایا اور ایک کو حکم فرمایا کہ اس میں قے کرو اس نے خون اور پیپ اور تازہ گوشت کی قے کی جس سے آدھا پیالہ بھر گیا۔ دوسری عورت کو قے کرنے کا حکم فرمایا اس کی قے میں بھی خون، پیپ اور گوشت تھا جس سے پیالہ بھر گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں سے روزہ رکھا اور حرام کی ہوئی چیزوں سے روزہ خراب کرلیا کہ ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر لوگوں کا گوشت کھانے لگیں یعنی غیبت کرنے لگیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے پس تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو نہ کوئی بیہودہ بات کرے نہ جہالت کا کام کرے اور اگر اس سے کوئی شخص لڑائی جھگڑا کرے تو اس سے کہہ دو کہ میرا روزہ ہے (صحاح)

﴿۳﴾ کان کی حفاظت: کہ حرام اور مکروہ چیزوں کے سننے سے پرہیز رکھیں جو بات زبان سے کہنا حرام ہے وہ سننا بھی حرام ہے۔

﴿۴﴾ بقیہ اعضاء کی حفاظت: کہ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کو حرام اور مکروہ کام سے ہر طرح بچائیں

﴿۵﴾ افطار کے وقت حلال کھانا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ پیٹ سے بدتر کوئی برتن نہیں جس کو آدمی بھرے (ترمذی)۔

﴿۶﴾ افطار کے وقت ڈر اور امید: ہمیشہ افطار کے وقت اللہ تعالیٰ جل شانہ سے ڈرتی بھی رہیں اور قبول کی امید بھی رکھیں اور یہی کیفیت ہر عبادت کے بعد ہونی چاہئے

بچوں کا علم و عمل — قیمتی باتیں

محمد فاروق اعظم
درجہ اولیٰ

اساتذہ کا ادب ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ اساتذہ ہمارے بہت بڑے محسن ہیں۔ والدین بھی ہمارے محسن ہیں اور والدین نے ہمارے لئے بڑی تکلیفیں جھیلیں ہیں۔ مصائب برداشت کیے ہیں۔لیکن یہ ساری تکالیف جسمانی نشو ونما کیلئے ہیں۔اور جب تک اس جسم کے ساتھ کامل ایمان نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں۔اور ایمان کی ترقی اور اس کے ثمرات کو حاصل کرنا علم کے ذریعے سے ہوتا ہے اور ہماری علمی نشو ونما ہمارے اساتذہ کرام کے توسط سے ہوتی ہے۔اساتذہ سے ہمیں قرآن وحدیث کی معلومات ملیں اور ایمان کو جلا ملی ورنہ تو ہمارا ایمان تقلیدی تھا۔اور پیدا ہوتے وقت تو انسان بالکل جاہل ہوتا ہے۔اگر کسی معاشرہ میں علم نہ ہے تو وہ بول بھی نہیں سکے گا۔اور اس جہالت سے نکالنے کیلئے ہمارے اساتذہ کرام نے کتنا بڑا کردار ادا کیا۔اور علم بھی بغیر ادب کے حاصل نہیں ہوتا ہے۔چونکہ ہمارا مقصود ہی علم حاصل کرنا ہے لہٰذا اساتذہ کا ادب ہم پر لازمی ہے۔۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے تمام اساتذہ کرام کا ہمیشہ ادب کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں آمین

غیبت سے بچاؤ کا نسخہ

امام ابن وہب رحمہ اللہ دوسری صدی ہجری کے مشہور محدث اور فقیہ گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے غیبت سے بچنے کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس دن کسی کی غیبت کرتا اگلے دن نفس کو سزا دینے کیلئے روزہ رکھ لیتا لیکن بات نہیں بنی۔روزہ رکھنا عادت سی بن گئی اور سزا کی تلخی کی بجائے اس میں لطف محسوس ہونے لگا۔ظاہر ہے جو چیز پر لطف ہو وہ سزا کیسے ہو سکتی ہے۔اس لیے میں نے روزہ کی بجائے ہر غیبت کے عوض ایک درہم صدقہ کرنا شروع کیا، یہ سزا نفس کو شاق معلوم ہوئی اور یوں غیبت کے روگ سے نجات ملی۔(ماخوذ از کتابوں کی درسگاہ میں ص ۴۶)

حضرت فضیل رحمہ اللہ کی توبہ کا واقعہ

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ دوسری صدی ہجری کے مشہور بزرگ اور عالم گزرے ہیں وہ تقویٰ وعبادت میں ضرب المثل تھے۔اونچے درجے کے محدث اور فقیہ تھے ان کی زندگی کے ایمان پرور واقعات روح وقلب دونوں کو گرمادیتے ہیں اور دل کی سرد انگیٹھی میں ایمان کی حرارت محسوس ہونے لگی ہے۔پڑھنے والوں کو عجیب محسوس ہوگا کہ یہ جلیل القدر امام پہلے مشہور زمانہ ڈاکو تھے۔ان کی وجہ سے راتوں کو چلنے والے قافلے سفر روک لیتے اور کہتے آگے ڈاکو فضیل کے حملے کا اندیشہ ہے۔ایک عشق خرابی کا واقعہ ان کی زندگی میں انقلاب کا سبب بنا۔لکھا ہے کہ انہیں ایک لڑکی سے محبت ہوگئی، دیوار پھلانگ کر اس کے گھر میں داخل ہونا چاہ رہے تھے کہ قرآن کریم کی تلاوت کی آواز سنی اور تلاوت کرنے والا یہ آیت پڑھ رہا تھا۔اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (الحدید:۱۶) " کیا ایمان والوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت کے لئے جھک جائیں"۔فضیل نے سنا تو کہا "ہاں میرے رب کیوں نہیں" قرآن کریم کی اس آیت نے ان کے دل میں ساری سختیوں کو دھو ڈالا۔توبہ کی اور ایسی کہ امام و محدث ہونے کے ساتھ ولایت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے۔بعد میں جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے یا سنتے تو اس قدر روتے کہ دیکھنے والوں کو رحم آجاتا۔

موتی سمجھ کر شان کریمی نے چن لیا
قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے

ماہنامہ علم وعمل
رجسٹرڈ نمبر 244
شوال کے چھ روزے
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک کے
روزے رکھے اور اس کے بعد شوال میں چھ (نفل) روزے رکھے تو یہ
(پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا اور اگر ہمیشہ ایسا کرے گا تو)
گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے (مسلم شریف)
مسئلہ ماہ شوال کے چھ نفلی روزے پورے مہینے میں جب چاہیں رکھ لیں اکٹھیں رکھیں یا وقفہ سے
ہر طرح اجازت ہے۔ مسئلہ اگر خواتین کے ذمے قضا روزے ہوں تو ان کو چاہئے کہ پہلے قضا
روزے مکمل کریں پھر کوئی اور روزہ رکھیں۔
فطرانہ کے اصول
پونے دو کلو گندم یا آٹا یا ان کے برابر مالیت 25 روپے فی آدمی ادا فرمائیں۔
چھوارے کے حساب سے دینا چاہیں تو اسکا دوگنا (ساڑھے تین کلو) کے حساب سے 140 روپے
اور کشمش کا دینا چاہیں تو وہ بھی گندم کا دوگنا ہوتا ہے جس کے حساب سے 350 روپے فی کس بنتا ہے۔
جس حساب سے بھی ادا کریں ٹھیک ہے۔
فطرانے کا مسئلہ
اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے۔ بیوی امیر ہو
تو وہ اپنا ادا کرے خاوند کیلئے بہتر ہے کہ وہ بیوی کا اس کو بتا کر ادا کر دے۔
اعلان داخلہ درجہ کتب
اس جامعہ میں درجہ کتب کے نئے تعلیمی سال کے داخلے مؤرخہ 10-11 اور 13 شوال
بمطابق 24-25 اور 27 نومبر بروز بدھ، جمعرات اور ہفتہ کو ہوں گے انشاء اللہ۔
مطلوبہ تعداد پوری ہونے پر داخلے بند کر دیئے جائیں گے انشاء اللہ خواہ مطلوبہ تعداد پہلے دن
پوری ہو یا دوسرے دن۔ اس لئے طلباء کرام جلدی آنے کی کوشش کریں۔ داخلے درجہ اولیٰ
تا خامسہ تک ہوں گے انشاء اللہ۔ مزید تفصیلات کیلئے دفتر جامعہ تشریف لا کر یا
فون (042-5272270) موبائل 0300-4138738 پر رجوع فرمائیں
http:www.hadaaya.com